یکم جون ۱۹۹۲
ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

خیر القرون میں اقامتِ دین کا کام کیسے ہوا؟ اب اس کا لائحہ عمل کیا ہوگا؟
(خطابِ جمعہ)

نیول ٹاسک فورس کی کارروائی پر اندرونِ سندھ لرزہ خیز کہانیاں گشت کر رہی ہیں۔
تجزیہ

ان کا مقابلہ جن ہتھیاروں سے کیا جا سکتا ہے ان کا کوئی ذکر بھی نہیں کرتا
صہیونی سازشیں

گزر جا

ماہر القادری مرحوم

یہ منظرِ دلچسپ دمِ صبح، سرِ شام
افلاک کے زینے یہ ستاروں کے در و بام
یہ موجۂ انوار، جہاں سیر سبک گام
دل بھی ہے کشاکش میں نگاہیں بھی تہِ دام
ہر مرحلۂ شمع و شبستان سے گزر جا

یہ گردشِ ایّام یہ تنظیمِ مہ و سال
رفتارِ زمانہ کبھی ماضی ہے کبھی حال
نیرنگیٔ عالم یہ بدلتے ہوئے احوال
ہر چیز پہ بس ایک اچٹتی سی نظر ڈال
اور ہر روشِ عالمِ امکاں سے گزر جا

شاخوں پہ دمکتے ہوئے شبنم کے یہ گوہر
فردوس کے آثار ہیں ایک ایک روش پر
یہ سرو و گل و لالہ و نسرین و صنوبر
گلشن کی ہوائیں ہیں معطر ہی معطر
اس انجمنِ سنبلِ ریحاں سے گزر جا

یہ شوخ پری چہرہ گل اندام و خوش آواز
سر تا بقدم شوخی و رنگینی و انداز
نو خیز جواں سال نظر باز فسوں ساز
شوخی کبھی غمزہ کبھی نخوت ہے کبھی ناز
جذبات کے اٹھتے ہوئے طوفاں سے گزر جا

ساغر کی کھنک قلقلِ مینا کی صدائیں
برسات کی رُت موسمِ گل سرد ہوائیں
چھائی ہوئی افلاک پہ بدمست گھٹائیں
ساقی کی نوازش میں ادائیں ہی ادائیں
ٹھکرا کے مے و جام خمستاں سے گزر جا

یہ دشت و جبل، صحنِ چمن، وادی و صحرا
ساحل کی خموشی سے الجھتے ہوئے دریا
خشکی کہیں پانی، کہیں اونچا کہیں نیچا
مغرب تری منزل ہے نہ مشرق تری دنیا
یونان و سمرقند و بدخشاں سے گزر جا

یہ مدرسہ و خانقہ و کوچہ و بازار
کچھ اہلِ تجارت ہیں بہت سے ہیں خریدار
تحریر گہر بیز ہے تقریر گہر بار
الفاظ کے دھوکے کہیں رنگینیٔ افکار

(باقی اندرونی سرورق کے دوسری جانب)

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور

جلد ۱ شمارہ ۱۹

یکم جون ۱۹۹۲ء

مدیر
اقتدار احمد

معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

یکے از مطبوعات
تنظیمِ اسلامی
مرکزی دفتر: ۶۷-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور
مقامِ اشاعت
۳۶-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون:- ۸۵۶۰۰۳

پبلشر: اقتدار احمد   طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

قیمت فی پرچہ -/۳ روپے

سالانہ زر تعاون (اندرونِ پاکستان) -/۱۲۰ روپے

زر تعاون برائے بیرونِ پاکستان
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت ——— ۱۶ امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش ——— ۱۲ ″ ″
افریقہ، ایشیا، یورپ ——— ۱۷ ″ ″
شمالی امریکہ، آسٹریلیا ——— ۲۰ ″ ″

افتتاحیہ

کاش یہ خواب پریشاں نہ ہوا ہوتا!

مملکت اسلامیہ افغانستان کے حالات و کوائف پر گفتگو کرنا ایک طرح اس برادر ملک کے داخلی معاملات میں دخل دینا قرار پائے گا جو دستور زمانہ نہیں لیکن یہ حقیقت بھی تو اپنی جگہ مسلمہ ہے کہ پچھلے بارہ برسوں میں اس کے موجودہ رہنماؤں کے ساتھ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت اور عوام کا تعلق روائتی ڈپلومیسی کی حدود سے بہت بلند ہوچکا ہے۔ عالم یہ رہا اور تاحال برقرار ہے کہ۔

من تو شدم تو من شدی ' من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

ان حالات میں افغانستان کی فکر ہمیں نہ ہوگی تو پھر کسے ہوگی!۔

پچھلے دنوں اپنے سایہ دیوار میں ایک آزاد اسلامی حکومت کے قیام پر ہم نے شکرانے کے نوافل ادا کئے اور افغانستان کی نئی عبوری حکومت سے بہت سی توقعات وابستہ کرلی تھیں۔ خانہ جنگی اور ملک کے ٹکڑے ہوجانے کے خدشات کی موجودگی میں بھی کچھ شواہد ایسے ملتے تھے جن سے خوش فہمی کی ڈوری کچھ دنوں امید سے بندھی رہی لیکن افسوس کہ وہ توقعات نقش برآب ثابت ہوئیں اور امید افزاء خوش فہمی کی ڈور کچے دھاگے کی طرح ٹوٹ کر رہ گئی ہے۔ متضاد خبروں کا تانا بانا بنا جائے تب بھی بین السطور یہی مفہوم ملتا ہے کہ خونریزی --- ایک لرزہ خیز خونریزی کو ٹالا نہیں جاسکتا۔ مجاہدین کے باہم متصادم گروہوں کے مابین کشمکش اقتدار آخری مرحلے میں داخل ہوچکی ہے جس کا فیصلہ ایک بڑی خانہ جنگی کے بغیر نہ ہوسکے گا۔

بد خواہوں کے منہ میں تو خاک کہ وہ روز اول سے بدشگونی کرتے چلے آرہے ہیں لیکن اب بہی خواہوں نے بھی فیصلہ دے دیا ہے کہ افغانستان میں اقتدار کی جنگ جاری ہے اور آخری معرکہ زیادہ دور نہیں رہا ' جس میں پہلے سے بھی زیادہ خون بہنے کا امکان ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وطن مراجعت کر جانے والے افغان مہاجرین واپس پشاور کا رخ کررہے ہیں اور اس بار وہ ساز و سامان بھی ساتھ لا رہے ہیں کیونکہ ان کا ارادہ اب مستقل طور پر پاکستان میں بس جانے کا ہے اور یہ کہ شہر کابل پر جو کبھی قہقہوں سے گونجتا تھا ' قبرستان کی سی خاموشی طاری ہے ---- ظاہر ہے کہ یہ خاموشی بھی کسی نئے اور بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہے۔

جہاد افغانستان کا یہ حسرتناک انجام --- یا کم از کم ایک افسوس ناک مرحلہ --- مجاہدین کے مختلف گروہوں میں اتفاق و اتحاد کے فقدان کا نتیجہ ہے۔ جن مسلمان بھائیوں نے اس طویل لڑائی میں جام شہادت نوش کیا ' وہ تو اپنی مراد کو پہنچے اور فلاح پاگئے لیکن ان کے قائدین کے مجرمانہ طرز عمل کو اللہ تعالیٰ معاف نہ فرمائیں گے۔ عمومی قاعدہ ہے کہ جدوجہد میں متفق و متحد رہنے والے بھی کامیابی کی صورت میں مال غنیمت کی تقسیم کا موقع آنے پر گتھم گتھا ہوجایا کرتے ہیں لیکن ہمارے ان زعماء نے تو عین لڑائی کے دوران میں بھی یک جان ہونے کی ضرورت کو محسوس نہ کیا۔ چاہیں تو اسے بھی آپ صیہونی سازش کا نام دے سکتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ امریکہ سے آنے والے سامان جنگ اور ڈالروں ' پھر عربوں کے پیٹرو ڈالروں میں سے زیادہ سے زیادہ حصہ پانے کی خواہش نے ان میں پھوٹ ڈالی تھی اور خانہ کعبہ کا دروازہ کھلوا کر اس میں نوافل ادا کرنے کے بعد وہیں اپنے اندر سے ایک رہنما کے ہاتھ پر بطور "امیر جہاد" بیعت کرکے عہد کو توڑنے کی پاداش میں ان کے دل ایسے پھٹے کہ اب وہ (خاکم بدہن) خود اپنے ملک کو بھی چیر پھاڑ کے چھوڑیں گے۔ کاش یہ حرکت ان سے سرزد نہ ہوئی ہوتی اور کاش افغانستان میں اسلامی حکومت کے قیام کا خواب پریشاں ہوتے دیکھ کر ہی پوری دنیا کے مسلمان اس سبق کو پھر سے تازہ کرلیں کہ کوئی گروہ دین کے غلبہ کی جدوجہد کو دعوت اور تنظیم و تربیت کا مرحلہ طے کرتے ہوئے ایک قیادت کے تحت بنیان مرصوص بنے بغیر کامیابی سے ہمکنار نہیں کرسکتا۔ ○○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الہدیٰ

سورۃ البقرہ
(آیات ۱۰۰۔۱۰۱)

تو کیا جب کبھی یہ کوئی عہد کریں گے تو اٹھا پھینکے گا اس کو ان کا ایک گروہ؟ بلکہ ان میں سے اکثر ایمان نہیں رکھتے○

(کہ کیا یہود کی یہ روش ہمیشہ برقرار رہے گی کہ جب کبھی وہ اللہ سے کوئی عہد باندھیں تو وقت آنے پر اس کی دھجیاں بکھیر دیں۔ ان کی پوری تاریخ عہد شکنیوں سے عبارت ہے۔ یہاں تک کہ رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں بھی انہوں نے اپنی سابقہ روش کو برقرار رکھا کہ تورات کی اس واضح ہدایت کے باوجود کہ جب بھی کوئی رسول تورات کی تعلیمات کی تصدیق کرتا ہوا آئے تم ضرور اس پر ایمان لے آنا' یہ لوگ رسول اکرمؐ پر ایمان لانے کی بجائے ان کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے اور معدودے چند لوگوں کے سوا کسی نے اللہ سے کئے ہوئے عہد کی پرواہ نہیں کی۔ ان کا یہ طرز عمل اس بات کا غماز ہے کہ یہ لوگ سرے سے ایمان کی پونجی ہی سے محروم ہو چکے ہیں!)

اور جب پہنچا ان کے پاس ایک رسول اللہ کی جانب سے' تصدیق کرنے والا اس کتاب کی جو ان کے پاس موجود ہے تو اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو اس طرح اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینکا گویا وہ جانتے ہی نہیں○

(کہ اللہ کے ایک نہایت بلند مرتبت رسول' محمد صلی اللہ علیہ وسلم' ان کے پاس اللہ کا پیغام لے کر آئے اور اس کے باوجود کہ وہ تورات کے مصدّق بن کر آئے تھے یہود نے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ ان کی رسالت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور تورات کی واضح تعلیمات و ہدایات کو یکسر فراموش کر بیٹھے۔ تورات کی ان تمام آیات کو جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبریں دی گئی تھیں اور آپؐ پر ایمان لانے کا تاکیدی حکم مذکور تھا' انہوں نے ضد اور حسد کے باعث یوں نظرانداز کر دیا گویا کہ جانتے ہی نہ ہوں!!!)

جوامع الکلم

اے قرآن والو' قرآن کو اپنا تکیہ نہ بنا لینا' بلکہ دن اور رات کے اوقات میں اس کی تلاوت کیا کرو جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔ اور اس کو پھیلاؤ اور عام کرو۔ اور اس کو خوش الحانی سے حظ لیتے ہوئے پڑھا کرو اور اس کی آیات میں غور و فکر کیا کرو ---- تاکہ تم فلاح پاؤ۔

(کہ اللہ کی کتاب کے ساتھ افراد امت کا کیا رویہ ہونا چاہیے' اس موضوع پر یہ حدیث مبارک بہت ہی واضح اور جامع ہے۔ اللہ کی کتاب کی ناقدری کرتے ہوئے اسے پس پشت پھینک دینا یعنی اس کے ساتھ بے توجہی اور عدم التفات کا معاملہ کرنا یا اسے محض ذہنی سہارا اور تکیہ بنا لینا انتہائی قابل مذمت ہی نہیں کلامؐ اللہ کی توہین کے مترادف ہے۔ اللہ کی کتاب کا ہر مسلمان پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی تلاوت کرے جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے اور اسے اپنی زندگی کا امام اور رہنما بنائے' قرآن کے نور ہدایت کو عام کرے اور اسے روئے ارضی کے چپے چپے تک پہنچانے کے لئے سرگرم عمل ہو جائے' اس کی تلاوت خوش الحانی کے ساتھ کیا کرے اور اس کی آیات میں غوطہ زنی کرے' غور و فکر کرتا رہے ---- یہ سب کچھ کرے گا تو امید کی جاسکتی ہے کہ آخرت میں وہ کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہو گا!)

(شعب الایمان للبیہقی بروایت حضرت عبیدہ ملیکیؓ)

ترجمانی: حافظ عاکف سعید

نیول ٹاسک فورس کی کارروائی پر

اندرون سندھ لرزہ خیز کہانیاں گشت کر رہی ہیں

حالات کس نے خراب کئے' کون سنوار سکتا ہے؟

فوج کے سندھ آپریشن کا مسئلہ اتنا سادہ نہیں

عبدالکریم عابد

۱۴ گرفتار شدگان کی تعداد اگلے بیان میں ۱۳ کیسے رہ گئی!

سندھ میں بھی دس سال مارشل لاء رہا لیکن اس نے وہاں کے حالات میں بہتری کی بجائے ایسا بگاڑ پیدا کیا جس کا خمیازہ آج بھی ہم بھگت رہے ہیں۔ بے نظیر صاحبہ کی مختصر المیعاد اور ناتواں حکومت نے ایم کیو ایم سے سمجھوتہ کر کے صوبہ کی فضا کو تبدیل کرنا چاہا تھا لیکن انہیں اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکی کیونکہ اندر باہر سب طرف سے لوگ تصادم پیدا کر رہے تھے اور یہ ناتواں حکومت اس تصادم کی نذر ہو گئی۔ ان کے بعد نواز شریف وزیر اعظم بنے تو خیال ہوا کہ ان کے ساتھ بڑی اکثریت ہے' پنجاب کے نمائندہ ہیں' فوجی سول بیورو کریسی بھی ان کا ساتھ دے گی اس لئے ہم سندھ کے حالات کو بہتر بنا سکیں گے مگر کچھ ہی دنوں بعد ظاہر ہو گیا کہ سندھ نواز شریف صاحب کی حدود حکومت میں شامل نہیں ہے۔ یہ علاقہ صدر اسحاق اور ان کے داماد کی عملداری میں ہے جنہوں نے وہاں جام صادق کو نصب کر دیا اور ایسا مضبوط نصب کیا کہ بستر مرگ پر بھی انہیں اپنے منصب سے ہلانا ممکن نہیں تھا۔

اس مضبوط حکمران کے دور میں "الذوالفقار" کے نام پر پیپلزپارٹی کے کئی ہزار افراد پکڑے گئے' پیپلزپارٹی کے ارکان اسمبلی تک اغواء کئے گئے اور اذیتوں سے دو چار کئے گئے۔ اس دور میں سندھ میں اغوا اور ڈکیتی کا مزید زور ہو گیا' سیاسی طور پر بدعنوانیوں کا نیا ریکارڈ قائم ہوا' حکومت کے حامی پیروں وڈیروں کو ہزاروں ایکڑ اراضی الاٹ کی گئی' جئے سندھ اور ایم کیو ایم دونوں براہ راست حکومت میں شامل کئے گئے اور انہیں ہر طرح کی چھوٹ بھی دے دی گئی تھی

یہ دور ختم ہوا تو مظفر حسین شاہ اتفاق رائے سے صوبہ کے وزیر اعلیٰ بنے۔ ایک مرد شریف ہونے کی شہرت رکھتے تھے اور متفقہ انتخاب کے بعد توقع تھی کہ صوبہ میں سیاسی افہام و تفہیم سے حکومت چلے گی اور حالات کو بہتر بنا سکے گی۔ خود مظفر حسین شاہ بھی اس کے خواہش مند تھے اور انہوں نے پیپلزپارٹی سے ابتدا میں خوش گوار رویہ کا اظہار کیا۔ یہ بھی اعلان کر دیا تھا کہ الذوالفقار وغیرہ کچھ بھی نہیں کوئی سیاسی جماعت تخریبی یا دہشت گردی کی کارروائی میں ملوث نہیں ہے۔ جو کچھ پہلے ہوتا رہا ہے وہ اب نہیں ہو گا لیکن اب صورت یہ ہے کہ نئی صوبائی حکومت نے پیپلزپارٹی کے تین ہزار سے زیادہ افراد کو گرفتار کر لیا ہے۔ مگر جام صادق اور اس کے بعد موجودہ صوبائی حکومت کے دور میں پیپلزپارٹی کے ہزار ہا افراد کی گرفتاری کے باوجود اغوا کرنے والے ڈاکو' تخریب کار اور دہشت گرد بدستور آزاد ہیں۔ ان کا بال بھی بیکا نہیں ہوا۔

اب کہا جا رہا ہے' کہ "فوجی آپریشن" کے ذریعے حالات کو ٹھیک کیا جائے گا جبکہ توقع یہ ہوئی تھی کہ نواز بے نظیر مذاکرات ہوں گے۔ یہ صدر اسحاق کو بھی منظور ہونگے اور سیاسی تصفیہ کے بعد سندھ میں کوئی نیا سیاسی انتظام قائم ہو گا جو حالات کو بہتر بنا سکے گا لیکن ساری امیدیں خاک میں مل گئی ہیں۔ نواز شریف اور بے نظیر صاحبہ نے جونہی باہمی سیاسی مذاکرات پر رضا مندی کا اظہار کیا کہ "الذوالفقار" کا مردہ زندہ ہو گیا اور اطلاع ملی کہ نیول ٹاسک فورس نے سمندر سے الذوالفقار کے سات مردہ اور چودہ زندہ آدمی پکڑ لئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی پیپلزپارٹی کے کارکنوں کی دھڑ دھڑ گرفتاری کا آغاز ہو گیا۔

نیول ٹاسک فورس کے نام سے جو کہانی سنائی گئی ہے اسے ناقابل یقین سمجھا جا رہا ہے۔ اس پر لوگوں کو الگ افسوس ہے کہ اس طرح کی سیاست میں نیوی کو بھی ملوث کر دیا گیا۔ اس

سلسلہ میں ذمہ دار افراد کے اپنے بیانات میں تضاد ہے۔ حکومت اپنی خبروں کی تصدیق کرانے کے لئے ایک مخصوص اخباری گروپ کے صحافیوں کو شاہ بندر لے گئی اور انہیں چودہ قیدی دکھائے گئے لیکن اس طرح کہ ان کے ہاتھ بندھے تھے، آنکھوں پر پٹی تھی اور ان کی شکل دیکھنا مشکل تھا۔ حکومت نے ان صحافیوں کو جو اس کی پسند کے تھے، گرفتار شدگان سے بات چیت کی اجازت بھی نہیں دی۔ پھر نہ ہی آج تک حکومت نے ان قیدیوں کے نام پتوں کا اعلان کیا ہے نہ ریمانڈ کے لئے کسی عدالت میں پیش کیا۔ پہلے کہا گیا تھا کہ چودہ افراد گرفتار کئے گئے ہیں پھر وزیرداخلہ نے اسمبلی میں بتایا کہ تیرہ گرفتار ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک تشدد کے نتیجے میں ہلاک ہوگیا کیونکہ نیول ٹاسک فورس، صوبائی پولیس، اور صوبائی وزیراعلیٰ سب نے گرفتار شدگان کی تعداد ابتدا میں چودہ بتائی تھی۔

جس کشتی کے متعلق کہا گیا کہ وہ ساحل سمندر سے ۴۰ یا ۴۲ کلو میٹر کے فاصلے پر پکڑی گئی، اس میں کوئی انجن نہیں تھا اور بغیر انجن کے کشتی اس طرح گہرے پانیوں میں سفر نہیں کرتی ہے۔ یہ ملک میں بنی ہوئی عام نوعیت کی کشتی تھی۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ کشتی ایک تھی یا دو تھیں۔ مختلف سرکاری بیانات سامنے آئے ہیں، اگر دو تھیں تو حیرت ہے کہ نیوی کا عملہ اور وہ بھی اس کی ٹاسک فورس کا عملہ تعاقب کے باوجود دوسری کشتی کو کیوں نہیں پکڑ سکا! یہ بھی کہا گیا ہے کہ کچھ لوگ کشتی سے سمندر میں کود گئے اور غائب ہوگئے۔ کشتی سے صرف ایک پستول برآمد ہوا جبکہ بتایا جاتا ہے کہ زبردست مقابلہ ہوا تھا اور کافی دیر تک آپس میں فائرنگ ہوئی جس سے نیول ٹاسک فورس کے کسی آدمی کو خراش تک نہیں آئی مگر مقابل میں سات آدمی مرگئے۔

یہ مقابلہ کب ہوا، اس کے بارے میں متضاد اطلاعات دی گئیں۔ پہلے کہا گیا کہ مقابلہ دس اور گیارہ مئی کی رات کو ہوا، بعد میں تسلیم کیا گیا کہ مقابلہ آٹھ اور نو مئی کی رات کو ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جان بوجھ کر نعشوں کو گلنے سڑنے کے لئے رکھا گیا تھا تاکہ یہ ناقابل شناخت ہوجائیں۔ اس ساری واردات کی کوئی ایف آئی آر کہیں درج نہیں کرائی گئی، نہ نعشوں کا پوسٹ مارٹم یا طبی معائنہ ہوا۔ خاص بات یہ ہے کہ تمام مردہ دہشت گردوں کی جیب میں شناختی کارڈ پائے گئے اور ان کے سامان میں ان کے ارکان خاندان کی تصویریں بھی تھیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا دہشت گرد شناختی کارڈ اور خاندانی تصاویر لے کر سفر کرتے ہیں؟۔

ورثاء نے دعویٰ کیا ہے کہ نعشوں پر گولی یا بلٹ کا نشان نہیں ہے مگر تشدد اور ایذا رسانی کے نشانات موجود ہیں۔ اس سلسلہ میں بھی کئی کہانیاں سندھ میں گشت کررہی ہیں اور وثوق کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ ایک نعش ایسی تھی جس کی ایک آنکھ نکالی گئی تھی، ایک کا بازو کٹا ہوا تھا، ایک کی ٹانگ جلی ہوئی تھی اور ایک کی زبان کاٹ دی گئی تھی۔ اس طرح کی کہانیاں زور و شور سے پھیل رہی ہیں اور اس کے سدباب کا طریقہ یہ ہے کہ سارے واقعہ کی عدالتی تحقیقات کرائی جائیں۔ اگرچہ سندھی نیشنلسٹ حلقے کہتے ہیں کہ عدالتی تحقیقات بے سود ہیں تحقیقات کرانی ہیں تو ایک "عدالتی انکوائری کمیشن" بنایا جائے جس میں سپریم کورٹ کے وہ سابق جج شامل ہوں جن کی اچھی شہرت ہے، اس میں ایمنسٹی انٹرنیشنل کے نمائندے بھی ہوں اور اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی تنظیم سے بھی کچھ افراد تحقیقاتی کمیٹی میں لئے جائیں۔

سندھ میں عام احساس یہ ہے کہ الذوالفقار کی یہ داستان سندھ پر نئے نظام کے لئے نیا عنوان ہے اور فوجی ایکشن اسی پس منظر میں ہوگا۔

یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ الذوالفقار کے ان لوگوں کو اسلحہ یا تخریب کاری کی تربیت کے لئے ہندوستان جانے کی کیا ضرورت تھی جبکہ پاکستان میں اس طرح کی تربیت کے خاصے انتظامات ہیں، اور سندھ کی سرحد کے ساتھ راجستھان میں بھی وہ اس مقصد کے لئے جاسکتے تھے۔ سمندر میں سفر کی ضرورت ہی کیا تھی بہرحال سندھ کے لوگ فوجی ایکشن کا خیر مقدم کریں گے اگر یہ واقعی جرائم پیشہ اور ملک دشمن تخریب کاروں کے خلاف ہو لیکن سب کو یقین ہے کہ یہ ایکشن سیاسی مخالفین کو کچلنے کے لئے ہے جو ہزاروں افراد کی گرفتاری کے باوجود کچلے نہیں جاسکے۔ نہ جام صادق کے دور میں اور نہ موجودہ وزیراعلیٰ کے دور میں پکڑے جانے والوں کے خلاف عدالت میں کوئی چیز ثابت ہوسکی۔

یہ صحیح ہے کہ سندھ ڈاکوؤں اور تخریب کاروں کی زد میں ہے۔ حالت یہ ہے کہ خوف کے مارے نہ کسان بوائی کرسکتے ہیں نہ زمیندار فصل کاٹ سکتے ہیں نہ کارخانہ دار صنعت لگا سکتا ہے نہ عام آدمی بس یا ٹرین میں بے خوف سفر کرسکتے ہیں لیکن جو اصل جرائم پیشہ یا تخریب کار ہیں، ان سے صوبائی حکومت اور انتظامیہ کی ملی بھگت رہی ہے اور کارروائی ان کے خلاف نہیں بلکہ سیاسی مخالفین کے خلاف ہوگی۔

روزنامہ "ڈان" نے فوجی کارروائی کے موضوع پر اپنے اداریہ میں لکھا ہے کہ بے نظیر کے جانے کے بعد ارباب اقتدار کو سندھ کے حالات بہتر کرنے کا اچھا موقع ملا تھا مگر اسے انہوں نے ضائع کیا اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ محض طاقت کے استعمال سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ مشرقی پاکستان کا تجربہ ہمارے سامنے ہے، بلوچستان میں فوجی ایکشن کے نتائج بھی ہم دیکھ چکے ہیں۔ اگر فوجی کارروائی ہو تو یہ ایک جامع سیاسی حل کے جزو کے طور پر ہونی چاہیے اور اس طرح سے ہونی چاہیے کہ غیر جانبدارانہ اور رورعایت کے بغیر نظر آئے۔ ایسا ہوگا تب ہی عوام کی نظر میں اس کارروائی کی ساکھ قائم ہوسکے گی۔ "ڈان" نے لکھا ہے کہ وہ صوبائی حکومت جو سیاسی میدان میں ایمان دار نظر نہ آتی ہو، جو اقتدار میں رہنے کے لئے تمام ناجائز حربے استعمال کرتی ہو اور اپنے حامیوں کو ہر طرح خوش کرنا چاہتی ہو، وہ صورت حال سے نبٹنے کی اہل نہیں ہے۔

"فرنٹیئر پوسٹ" نے اپنے اداریہ میں لکھا ہے کہ اگر فوجی کارروائی غیرجانبداری سے ہوگی تو سندھ کی ارسٹو کریسی اور ایم کیو ایم پر اس کی زد ضرور پڑے گی اور یہ بات صوبائی حکومت کو پسند نہیں آئے گی کیونکہ ان دونوں عناصر میں بقائے باہمی کا سمجھوتہ اس حکومت کی بنیاد ہے۔ فوجی کارروائی کے نام پر اصل خطرہ اپوزیشن کو ہے کہ وہ نشانہ بنے گی۔ "فرنٹیئر پوسٹ" کے مطابق فوجی کارروائی کے نتیجے میں علیحدگی اور آزادی کی ایک زبردست تحریک بھی وجود میں آسکتی ہے۔ جنرل حمید گل نے بھی اس خطرہ کا اظہار کیا ہے اور غیر جانبدار سیاسی عناصر کی رائے بھی یہی ہے کہ پہلے ایک غیر جانبدار صوبائی حکومت اور انتظامیہ قائم کی جائے جس کی پشت پر پیپلزپارٹی بھی ہو اور فوجی کارروائی کرنی ہے تو وہ پیپلزپارٹی کو ساتھ لے کر کی جائے۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

تحریک پاکستان میں ہمیں ایک نعرے نے ایک قوم بنا دیا تھا لیکن

اب نعرے سے نہیں' عملی اسلام سے بات بنے گی

بھارت میں بی جے پی کا زوال مسلمانان برعظیم کے لئے نیک فال ہے

ہمارے سیاسی نظام کی گاڑی کو پٹڑی پر ڈالنے کے لئے تھوڑے وقفے سے کئی الیکشن ہونے چاہیں

مرتبہ: ریاض الحق

گزشتہ شمارے میں امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان ' ڈاکٹر اسرار احمد کے حالات حاضرہ پر جس تبصرے کا پریس ریلیز آپ نے ملاحظہ فرمایا' اس کا پورا متن ذیل میں دیا جارہا ہے جو ان کے خطاب جمعہ (۱۵ مئی) کا حصہ تھا۔

اس وقت کی دنیا جس میں میں اور آپ سانس لے رہے ہیں Un ipolar بن چکی ہے۔ ایک سپریم پاور ہے امریکہ ' جو اس وقت مست ہاتھی کی مانند ہے اور یہ الفاظ امریکی فضائیہ کے چیف نے استعمال کئے تھے جو دورے پر پاکستان آیا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ امریکہ کی مثال اس وقت مست ہاتھی کی سی ہے' جو اس کے راستے میں آئے گا کچلا جائے گا۔ اس کا یہ کہنا در اصل ایک حقیقت کا بے ساختہ اعتراف ہے۔

نکل جاتی ہو جس کے منہ سے سچی بات مستی میں
فقیہہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا

اس نے بات صحیح کہی اور اس کے ساتھ یہ بھی درست ہے کہ اس مست ہاتھی کے اوپر بیٹھا اس کا فیل بان Zionism یعنی صیہونیت ہے کیونکہ "فرنگ کی رگ جاں پنجہ ء یہود میں ہے"۔

اس باب میں تو میں سمجھتا ہوں کہ آخری بات وہ ہے جو عابدہ حسین صاحبہ پاکستان میں فرما گئی ہیں۔ جب وہ سفیر بن کر امریکہ گئیں تو جتنا عرصہ ان کی اسناد سفارت پیش نہیں ہوئی تھیں' ان کو مطالعے کا موقعہ ملا۔ ان کا کہا ہوا جملہ اس مسئلے پر آخری اور بہت بڑی سند ہے کہ "یہ کہنا غلط ہے کہ امریکہ میں کوئی یہودی لابی ہے' امریکہ تو پورے کا پورا یہودی لابی ہے اور اس کے سارے جسم میں صیہونیت پھیل گئی ہے"۔ یہ بات بالکل درست ہے اور وہی ہے جس کو علامہ اقبال ۸۰۔۹۰ برس پہلے کہہ گئے تھے کہ ؏ فرنگ کی رگ جاں پنجہ ء یہود میں ہے۔ پھر اس وقت فرنگ کی سب سے بڑی علامت امریکہ ہے اور اس کے ساتھ برطانیہ اور فرانس نتھی ہو گئے ہیں۔ لیکن اس حقیقت کو ماننا' جاننا اور تسلیم کرنا اپنی جگہ' اس پر واویلا کرتے رہنے سے کیا حاصل ہوگا؟۔ مثلاً امیر جماعت اسلامی' قاضی حسین احمد صاحب کے بھی اسی نوع کے بیان بار بار آ رہے ہیں۔ ان کا کہنا صد فی صد درست لیکن سوال تو وہی ہے کہ اس واویلے کا نتیجہ کیا ہے۔ جب تک پاکستان کے اندر کوئی استحکام نہ ہو' جب تک یہاں کے حالات درست نہ ہوں اس وقت تک شکوہ بیکار ہے۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ ؏ ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات اس وقت کے حالات میں آپ کیا کرلیں گے؟۔ آپ چاہے گالیاں دے لیں یا مرثیہ کہہ لیں' بے سود ہے۔ ہمارے اپنے حالات خراب ہیں جن کی وجہ سے بیرونی طاقتوں کو ہم پر تسلط قائم کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ اگر یہاں کی صورت حال تبدیل نہیں ہوتی تو ہم کبھی ایک قوم کے اور کبھی دوسری کے آلہ کار بنے رہیں گے۔

میری رائے جو میں پہلے بھی پیش کرتا رہا ہوں' اس خیال کے مطابق ہے جو سابق چیف آف آرمی سٹاف مرزا اسلم بیگ صاحب نے ظاہر کیا ہے کہ اس وقت مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی تصادم مول نہ لیا جائے۔ میں روایتی سیاست میں ملوث نہیں لہٰذا اپوزیشن کی طرح یہ نہیں کہوں گا کہ حکومت نے یہ کردیا یا وہ کردیا اور امریکہ کے آگے گھٹنے ٹیک دئے۔ پیپلز پارٹی کی حکومت میں موجودہ حکمران جو اس وقت اپوزیشن میں تھے' بہت شور مچایا کرتے تھے کہ کشمیر کے معاملے میں یہ ہونا چاہیے اور وہ ہونا چاہیے لیکن اب جبکہ انکی اپنی حکومت ہے' تو انہوں نے کیا کرلیا؟۔ اصل میں سیاست بازی کا یہی طریق کار ہے جو مغرب کی ملعون سیاست سے ہمارے ہاں آیا ہے۔ ہم نے اس قبیح سیاست کے سارے اصول اپنا لئے ہیں۔ کوئی پوچھے کہ موجودہ حکومت نے کشمیر میں کیا تیر مار لیا ہے؟۔ لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں کہ جو اینٹ اور روڑہ ہاتھ میں آئے بر سر اقتدار لوگوں کے سر پر دے مارا جائے بلکہ حقائق اور واقعات کو دیکھا جانا چاہیے۔ سوچنا چاہئے کہ حالات کیا ہیں اور ہم یہاں ہوں تو کیا کر لیں گے۔ قاضی حسین احمد صاحب کے ہاتھ حکومت آجائے تو وہ کیا کر لیں گے؟۔

جس بات کی طرف ہم سوچنے کے لئے تیار نہیں وہ یہ ہے کہ جب تک ہم اس ملک کے حالات کو نہیں سدھاریں گے' اس وقت تک کوئی پارٹی یا حکومت قوم کے حق میں صحیح حکمت عملی پر

عمل نہیں کر سکتی ۔ جب تک آپ کے اندر کے حالات ٹھیک نہیں ہوتے' آپ کسی باہر کی طاقت کے مقابلے میں کیسے کھڑے ہو جائیں گے اور خاص طور پر اس صورت میں کہ باہر کی وہ طاقت اکلوتی سپریم پاور ہو۔ چنانچہ اس بارے میں پہلی اہم بات یہ ہے کہ حکمت عملی کے تقاضے کے تحت کسی سے کوئی براہ راست تصادم مول نہ لیا جائے۔ اس سلسلے میں جو بات میں نے بار بار کہی وہ یہ ہے کہ کہیں بھی یہ محسوس نہیں ہوتا کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ و سلم سے ہمیں اس خاص معاملے میں کوئی رہنمائی نہیں مل رہی کیونکہ ہر قسم کی صورت حال میں رہنمائی وہاں موجود ہے مثلاً صلح حدیبیہ کی مثال موجودہ صورت حال پر منطبق ہوتی ہے۔ یہ بات اب واضح ہو چکی ہے کہ نیو ورلڈ آرڈر آرہا ہے یا آچکا ہے ۔ یہ اصل میں جیو ورلڈ آرڈر ہے اور جیسا کہ پہلے کہا جاچکا' امریکہ مست ہاتھی ہے جس کا فیل بان صیہونیت ہے ۔ لیکن اس کا مرثیہ کہنا یا اپوزیشن کے انداز میں گولہ باری کرتے چلے جانا لا حاصل ہے ' اصل ضرورت اپنے ملک کے حالات کو سنبھالنے اور درست کرنے کی ہے ۔

علاقائی سطح پر ہمارے لئے کچھ خوشی کی خبریں ہیں ۔ بھارت ہمارا ازلی اور پیدائشی دشمن ہے کیونکہ ہندو نے ذہناً کبھی پاکستان کو تسلیم نہیں کیا نہ وہ کر سکتا ہے کیونکہ تقسیم ہند کو وہ جرم عظیم سمجھتا ہے ۔ بھارت کے صحافی یہاں آکر کہتے رہے ہیں کہ ہم پاکستان کو تو تسلیم کرتے ہیں ' دو قومی نظریے کو نہیں مانتے یہ اصل میں اپنی بات کہنے کا ایک بڑا ہی پر فریب اور ڈپلو میٹک انداز ہے ۔ پاکستان تو بنا ہی دو قومی نظریے پر ہے۔ آپ دو قومی نظریے کو نہیں مانتے تو گویا پاکستان کو بھی نہیں مانتے ۔ جو ماں کو نہیں مانتے وہ بیٹے کو کیسے مانیں گے !۔ تاہم ہمارا یہ بڑا دشمن اس وقت خود شکست و ریخت کا شکار ہو چکا ہے ۔ ہمارا بچاؤ اگر ہوا ہے تو اسی ذریعے سے ہوا۔

بھارت جغرافیائی لحاظ سے ایک تکون ہے اور اس وقت اس کے تینوں زاویے غیر مستحکم ہیں ۔ آپ نے ایک حالیہ واقعہ پڑھا ہوگا کہ بھارت کو تامل ٹائیگرز کو بھی خلاف قانون قرار دینا پڑا۔ اپنے ظاہر کے اعتبار سے تو بہر حال بھارت ایک جمہوری ملک ہے چنانچہ یہ خلاف قانون قرار دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے ۔ صاف کہا گیا ہے کہ یہ تامل ناڈو کو علیحدہ کرنے کے درپے ہیں اور اس کی تحریک چلا رہے ہیں ۔ ایک سرے پر کشمیر اور پنجاب ہیں جبکہ انتہائی شمال مشرق میں آسام اور ناگا لینڈ در حقیقت ہندوستان کے حصے ہیں ہی نہیں ' نہ کبھی تھے نہ اب ہیں ۔ برٹش انڈیا نے جو ملک ہندوستان کے نام سے بنا دیا ' یہ اس کی وراثت ہے ورنہ وہ علاقہ زبان ' تہذیب اور مذہب کسی شے میں بھارت کا حصہ نہیں ہیں ۔ ویسے بھی بنگلہ دیش کے درمیان میں پڑنے کی وجہ سے وہ حصہ علیحدہ ہے اور ایک چھوٹی سے پٹی کے ذریعے بھارت سے ملا ہوا ہے ۔ اس پورے حصے میں علیحدگی کی تحریکیں موجود ہیں۔ اب جو ایک حصہ بچا ہوا تھا وہ بھی زد میں آگیا۔ بقول حالی ۔

اک دسترس سے تیری حالی بچا ہوا تھا
اس کو بھی تو نے آخر چرکا لگا کے چھوڑا

جنوبی بھارت میں تامل ناڈو بہت اہم ہے اور اس کے لئے ایک کشش سری لنکا کی صورت میں موجود ہے ۔ تامل ٹائیگرز نے اپنے وجود کا جس قدر بڑا ثبوت دیا ہے وہ دنیا کے سامنے ہے ۔ اب وہ آزادی کے درپے ہیں اور بھارت کو اس درجے مجبور ہونا پڑا کہ انہیں بھی غیر قانونی قرار دیا گیا۔

مسلمانان پاکستان اور مسلمانان ہند دونوں کے لئے ایک بڑی خوشخبری اور ہے ۔ وہ یہ کہ بھارت میں بی جے پی جو ایک بہت بڑی قوت بن کر اٹھ رہی تھی ' اللہ کا شکر ہے کہ اس کے اندر بھی شکست و ریخت کے آثار پیدا ہوگئے ہیں ۔ یہ اکثر ہوتا ہے کہ اس طرح کی انتہا پسند جماعتیں جب کبھی اقتدار میں آجاتی ہیں تب پتہ چلتا ہے کہ حقیقت کیا تھی ۔ چند صوبوں میں ان کی حکومتیں بن گئیں اور اقتدار کے بعد اختلاف اور بندر بانٹ کا سلسلہ شروع ہوا ۔ اقتدار میں آکر ہی جھگڑے شروع ہوتے ہیں اور تبھی معلوم ہوتا ہے کہ اپوزیشن کے پلیٹ فارم سے نعرے لگانا اور بات ہے اور کچھ کر کے دکھانا دوسرا معاملہ ہے ' ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے ۔ بی جے پی کے اندرونی اختلافات ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے واقعتاً ایک انتہائی خوش آئند بات ہے کیونکہ یہ جماعت مسلمانان ہند کے لئے بہت بڑا خطرہ تھی ۔ الحمدللہ علی ذٰلک

دروں بینی کی طرف آئیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہماری داخلی سیاسی صورت حال اس وقت نہایت تشویش ناک شکل اختیار کر چکی ہے۔ حالات خراب سے خراب تر ہوتے چلے جارہے ہیں ۔ اندرونی حالات ٹھیک نہ ہوں تو باہر والوں کو کوسنے کا کیا فائدہ اور داخلی صورت حال ٹھیک نہ ہو تو کوئی نہ کوئی آپ کو اپنا آلہ کار بنا ہی لے گا۔ آپ کس کس کے مقابلے میں کھڑے ہونگے؟۔

ع۔"ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات"

داخل پر توجہ ہونی چاہئے ۔ ہماری یہ بھی بڑی غلطی رہی ہے کہ ہم ادھر ادھر توجہ مرکوز رکھتے ہیں' کبھی اس کے لیئے فنڈ جمع کرتے ہیں کبھی اس کے لیئے حالانکہ پہلے اپنے یہاں دیکھنا چاہئے کہ حالات کیا ہیں۔ یہاں کے حالات درست کروگے تو خارجی حالات کا مقابلہ کرسکو گے چاہے وہ نا موافق ہی ہوں اور اگر یہاں کے حالات درست نہیں ہونگے تو باہر کے اچھے حالات سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

پہلی بات جو اہم ہے وہ علاقائی' لسانی اور نسلی عصبیتوں کا ابھرنا ہے ۔ جس طرح بھارت میں تامل ناڈو کے تامل ٹائیگرز کو خلاف قانون قرار دینا پڑا' اسی طرح یہاں بلوچستان میں پختون اور بلوچ بالکل ایک دوسرے کے مد مقابل کی حیثیت سے سامنے آگئے ہیں ۔ سندھ میں یہ مسئلے پہلے سے موجود تھے ' مہاجر اور سندھی کا مسئلہ' مہاجر اور پنجابی کا مسئلہ' پٹھان اور سندھی کا مسئلہ یا پٹھان اور پنجابی کا مسئلہ۔ کہیں کوئی بہتری کی صورت نظر نہیں آتی۔ الطاف حسین صاحب لندن میں بیٹھ کر ٹیلیفون پر ڈیڑھ گھنٹے کے خطاب کرتے ہیں ۔ وہ برملا کہتے ہیں کہ انھیں اندیشہ ہے اگر یہاں آئے تو قتل کر دیئے جائیں گے ۔ حالیہ ضمنی انتخاب میں جس طرح اس جماعت کو کامیابی حاصل ہوئی ہے اس نے مخالفین کو کہنے کا موقع دیا کہ یہ تشدد ہے ۔ ایک امیدوار کو اگر ۹۹.۵ فیصد ووٹ مل جاتے ہیں تو گویا دوسرے میں ہمت ہی نہیں تھی کہ سامنے آسکے۔

اس اعتبار سے اور گرفتاریوں کی نئی لہر سے ثابت ہوتا ہے کہ سندھ کے حالات میں بہتری کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکی بلکہ ہمارے ایک اورصوبے میں جو آگ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی' وہ بھڑک اٹھی ہے۔میں نے ایک دفعہ لاڑکانہ میں ایک پریس کانفرنس میں اپنے خیال کا اظہار کیا تھا جب کچھ لوگوں نے یہ سمجھتے ہوئے مجھ سے سوال کیا تھا کہ شاید میں پانچویں قومیت کے نظریہ کی نفی کر دوں گا۔ سوال کرنے والے سندھی

تھے۔ میں نے جواب میں کہا کہ اگر آپ چار قومیتیں قرار دیتے ہیں تو پانچویں کیوں نہیں ہوسکتی۔ اگر قومیتوں کا تصور ہوگا تو آپ صرف پانچویں کے لئے نہیں بلکہ چھٹی' ساتویں اور آٹھویں کے لیئے بھی تیار رہیئے۔ البتہ اگر قومیت مسلم ہے تو پھر ایک ہی قومیت ہوگی اور سندھی' بلوچی' پنجابی پختون سب قومیتیں غلط ہونگی۔ یہ قومیتوں کا مسئلہ جو صوبوں کی بنیاد پر وجود میں آیا' ہمارا آقا چھوڑ گیر تھا حالانکہ اس وقت تک بلوچستان صوبہ نہیں تھا بعد میں صوبہ بنا ہے۔ پھر اگر صوبوں کی بنیاد پر ہی قومیتیں بنانی ہیں تو پانچویں قومیت بھی ہو سکتی ہے بلکہ اس سے زیادہ بھی ہو سکتی ہیں۔ آپ سرائیکی قومیت کے لیئے بھی تیار رہیں۔ آپ کے پاس سرائیکی قومیت کی نفی کرنے کی کیا دلیل ہے۔ اسی طرح اگر بلوچ اور پٹھان علیحدہ ہوتے ہیں تو کیا بلوچ تقسیم نہیں ہونگے۔ ایک اصل بلوچ ہیں اور ایک براہوی ہیں۔ براہوی قومیت اور زبان کے اعتبار سے منفرد ہیں۔ آج تو وہ پختونوں کے مقابلے میں اکٹھے ہیں لیکن اگر یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے تو آپس میں لڑیں گے ۔ اس کا تو ایک ہی علاج ہے۔

ہمیں ایک نعرے نے ایک قوم بنایا تھا اور وہ تھا اسلام کا نعرہ۔ اب محض نعرہ نہیں' حقیقت درکار ہوگی۔ اس وقت نعرہ اس لیے کام کرگیا کہ ہندو کے مقابلے میں ایک علیحدہ تشخص کا مسئلہ تھا۔ اب ہندو سرحد کے پار رہ گیا چنانچہ صرف نعرہ نہیں بلکہ حقیقی اسلام ہوگا تو ان عصبیتوں کا ازالہ ہو سکے گا اور قومیتوں کی اٹھتی ہوئی لہر دب سکے گی۔ صرف اسلام سے ہی اس طوفان کا مد' جزر میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ یہ اگر نہیں ہوگا تو اس کا کوئی امکان نہیں کہ تقسیم در تقسیم ختم ہو بلکہ قومیتیں تعداد میں بڑھتی چلی جائیں گی۔

دوسرا مسئلہ جو ملکی سیاست میں ایک لفظ کے حوالے سے سامنے آیا وہ بر سراقتدار پارٹی اور اپوزیشن کے لوگوں میں مشترک ہے اور وہ لفظ ہے ذاتی مفاد۔ ایک بار پہلے بھی اس بات کا مظاہرہ ہوا تھا جب پنجاب کی صوبائی اسمبلی سے حکومت اور اپوزیشن دونوں کے ممبران نے اکٹھے واک آؤٹ کیا اور مسئلہ یہ تھا کہ کسی پولیس آفیسر نے ایک ایم پی اے سے پوچھ گچھ کرلی تھی۔ معلوم ہوا کہ یہ ہر قاعدے قانون سے بالاتر ہیں' ان سے باز پرس کا کسی کو حق نہیں پہنچتا۔ اس زعم میں دونوں شریک تھے' پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی دونوں نے احتجاج میں واک آؤٹ کیا۔ اب وہی معاملہ ہوا مراعات کے بل کے سلسلے میں۔ یہ بل کس تیزی اور کس اتفاق رائے سے پاس ہوا؟۔ پھر اس کا پاس ہونا جتنا برا تھا' واپس لیا جانا اس سے بھی برا ہے۔ کہتے ہیں نا کہ نانی نے خصم کیا برا کیا' کر کے چھوڑ دیا اور برا کیا۔

اب قاضی حسین احمد صاحب اپنے اراکین اسمبلی پر برس رہے ہیں کہ تم نے کیوں اس کے حق میں رائے دی' بے نظیر کے بارے میں بھی آیا ہے کہ وہ پیپلز پارٹی کے اراکین کو ڈانٹ رہی ہیں کہ تم نے کیوں ساتھ دیا۔ تاہم معلوم یہ ہوا کہ ہمارے ہاں کوئی اصول نہیں اور رائے دینے کے سلسلے میں بھی کوئی پارٹی ڈسپلن موجود نہیں۔ گویا کوئی کسی سے پوچھنے والا نہیں اور ایک شے ہر دوسرے قابل غور معاملے سے بالاتر ہے اور وہ ہے ذاتی مفاد!۔ یہ انتہائی تلخ حقیقت ہے جو سامنے آئی لیکن حقیقت بہرحال واضح ہوگئی۔

دوسری بات آئی جے آئی کا خاتمہ ہے۔ آپ چاہے سمجھیں کہ ابھی صرف جماعت اسلامی آئی جے آئی سے علیحدہ ہوئی ہے لیکن در حقیقت آئی جے آئی ختم ہوچکی ہے۔ ہمیں اس تلخ حقیقت کو بھی تسلیم کرنا چاہیئے۔ میں ڈنکے کی چوٹ کہہ رہا ہوں آئی جے آئی کو جو مینڈیٹ ملا تھا' وہ بھی مشکوک تھا کیونکہ وہ صحیح نہیں تھا' اس کے پیچھے یقیناً بدنیتی کار فرما تھی اور جو عبوری حکومت بنائی گئی تھی اس میں ایک پارٹی کے تمام دشمنوں کو جمع کردیا گیا تھا جنہیں سب اختیارات دے دیے گئے۔ ہماری جو بھی اخلاقی سطح ہے اور معاشرے میں جو اصول پرستی کا چلن ہے' اس کے حوالے سے جب آپ دیکھیں گے کہ ایک مخالف پارٹی کے لوگوں کو سارے اختیار دے دیئے جائیں اور ان کی نگرانی میں انتخابات کروائے جائیں اور چاہے روایتی دھاندلی ہو یا زیادہ' یہ بذات خود ایک دھاندلی ہے۔ الیکشن کے نگران بالکل غیر جانبدار لوگوں کو ہونا چاہیئے تھا اور وہ لوگ خود امیدوار نہ ہوتے۔ اگر وہ سیاستدان تھے تو طے کرتے کہ ہم سیاست کو خیرباد کہہ رہے ہیں۔ اور کیا یہاں اعلیٰ عدالتوں کے تمام ریٹائرڈ چیف جسٹس ختم ہوگئے تھے؟ - وہ موجود تھے' ان کے اندر صلاحیت بھی موجود تھی۔ عبوری حکومت صرف چند مہینوں کے لئے آپ کو بنانی تھی اور وہ اس کے لئے ان سے کام لیا جاسکتا تھا۔

اس پس منظر میں دیکھیں تو لگتا ہے کہ بدنیتی پہلے سے موجود تھی۔ چنانچہ وہ کتنا ہی بڑا مینڈیٹ تھا' حقیقت میں مشکوک تھا۔ اب وہ مشکوک مینڈیٹ بھی سرے سے ختم ہوچکا ہے۔ کیونکہ کسی نے مسلم لیگ یا جماعت اسلامی کو ووٹ نہیں دیئے' آئی جے آئی کو دیئے تھے ۔ جیسا کچھ بھی وہ مینڈیٹ تھا' آئی جے آئی کو ملا تھا۔ مولانا مودودی نے ۱۹۵۱ء کے الیکشن کے بعد اپنے ایک فقرے میں جو پیاری اصطلاحات وضع کی تھیں وہ یہ تھا کہ یہاں تو معاملات دھن' دھونس' دھاندلی اور دھوکے سے چلتے ہیں۔ میں دھکے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ آپ دھکے سے کہتے رہیں کہ ہمارے پاس عوامی نمائندگی ہے' اس کا اخلاقی جواز تو ختم ہو چکا ہے۔ اسی بنا پر جماعت اسلامی بھی کہتی ہے کہ ہمیں نکال کر دیکھو کہ وہاں پھر کون رہے گا۔ اصولی بات ہے کہ اگر جماعت اسلامی کو سیٹیں چھوڑنی پڑتی ہیں تو سب کو چھوڑنی پڑیں گی کیونکہ آئی جے آئی ختم ہوگئی ہے۔ چنانچہ خبریں آئی تھیں کہ جماعت اسلامی کے خلاف ریفرنسز بن رہے ہیں لیکن پھر کسی نے مت دی ہوگی کہ یہ راستہ اپنے لیئے بھی نقصان دہ ہے کیونکہ ہمارا اپنا اخلاقی جواز نہیں رہا۔

غیر ملکی پریس میں بھی یہ باتیں آگئی ہیں چنانچہ وقت آگیا ہے کہ تازہ الیکشن کرائے جائیں ۔ ہم تو اس نظام کے ہی خلاف ہیں لیکن جب تک یہ چل رہا ہے' جمہوری روایات کے احترام میں تازہ انتخاب ہونا چاہیئے کیونکہ پہلا مینڈیٹ ختم ہو چکا ہے۔ اب حکومت بوگس ہے' اس کے پاس دھونس اور دھکے کے سوا کوئی اخلاقی جواز نہیں ۔ نئے انتخابات میں اس بات کا پورا اہتمام ہونا چاہیے کہ بالکل غیر جانبدار ہوں۔ نگران حکومت میں سیاستدانوں کو بالکل نہ لیا جائے۔ جرنیلوں میں سے بھی جن کے بارے میں معلوم ہو کہ ان کی دلچسپیاں' ہمدردیاں یا میلانات کسی جماعت کے ساتھ رہے ہیں' انہیں بھی نہ لیا جائے۔ جو لوگ خالص پیشہ ور سپاہیوں کے طور پر اپنا دور پورا کر کے گئے ہیں' ان میں سے آپ لیجئے ۔ یا ریٹائرڈ ججوں کو لیں اور عبوری نگران حکومت بنائیں جس کے تحت پھر الیکشن کرایا جائے۔

میں نے بہت پہلے بھی کہا تھا کہ مارشل لا کی

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

ٹرانس پاکستان موٹروے

اس حسین خواب کی تعبیر کیا ہوگی؟

اقتدار احمد

موٹر وے کے منصوبے پر جس کی لاگت کا اندازہ ۲۲ سے ۲۴ ارب روپے ہے، کہنے والے بہت کچھ کہتے ہیں۔ جتنے منہ اتنی باتیں۔ حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والوں اور خود حکمران پارٹی میں بعض ناراض عناصر نے تو صاف لفظوں میں یہ الزام بھی لگایا ہے کہ وزیراعظم میاں نواز شریف اور ان کے بھائی بندوں نے کوریا کی کمپنی کے ساتھ مل کر اپنے لئے اس میں سے اربوں روپے اڑانے کا انتظام کیا ہے لیکن ہم اس کی تائید کرسکتے ہیں نہ تردید۔ البتہ اس پس منظر میں کہ اخبارات میں شائع ہونے والی ایک اطلاع کے مطابق میاں صاحب کی بہی خواہ بعض اہم شخصیات نے انہیں بروقت مشورہ دیا تھا کہ سربراہ حکومت بننے کے بعد وہ جو چاہیں کریں لیکن خدا کے لئے کوئی نیا کارخانہ نہ لگائیں، جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وزیراعظم کا خاندان چینی کے کارخانے پر کارخانہ لگائے چلا جاتا ہے اور آج ان کا خاندان ملک میں شکر سازی کی صنعت میں پہلے نمبر پر آگیا ہے تو کچھ سوچنے کی ضرورت محسوس ہونے لگتی ہے۔ پھر رائے ونڈ روڈ پر حال ہی میں جب میاں صاحب کی تین ایسی ٹیکسٹائل ملوں نے بیک وقت سر اٹھانا شروع کیا جن میں سے ہر ایک ملکی اوسط درجے کی چار ملوں کے برابر ہے اور وہ مہینوں کے بجائے ہفتوں میں مکمل ہوتی نظر آئیں تب بھی ذہن میں شکوک و شبہات سرسرائے لیکن انہیں بھی جھٹک دینے کے سوا ہم کر ہی کیا سکتے تھے!۔ قہر درویش بر جان درویش۔

ہم تو اس منصوبے پر کچھ اور پہلوؤں سے غور کرتے ہیں۔ یہ کہ قومی ترقی کی ترجیحات میں اس کا مقام کیا ہے؟۔ یہ کہ پورے ملک کو آباد کرنا بہتر ہوگا یا اس میں کچھ گل و گلزار قسم کے جزیرے بنانا؟۔ یہ کہ معاشرے کے مجموعی مزاج میں یہ بیش بہا منصوبہ فٹ بیٹھتا ہے یا نہیں؟۔ یہ کہ جس زلف دراز کا اسے ایک سرا قرار دیا جارہا ہے اس کے سر ہونے تک کون جیتا ہوگا؟۔ ورنہ اس لطف و سرور کا تو تصور ہی کر کے ہمارا دل بھی باغ باغ ہوتا ہے جو اس پر "بہتی ہوئی" کار یا فلائنگ کوچ میں سواری سے بشرط زندگی ہمیں حاصل ہوگا۔

موٹر وے ہمارے "انفراسٹرکچر" یعنی بنیادی ڈھانچے کے ایک جزو کا بھی ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ انفراسٹرکچر میں ذرائع حمل و نقل یعنی سڑکوں اور ریلوے لائن اور ذرائع رسل و رسائل یعنی ڈاک تار اور ٹیلی فون کے نظام کے علاوہ بجلی اور پانی کی بہم رسانی بھی شامل ہے اور ان سب میں حکومتی انتظامیہ کی اعلیٰ اور سریع الحرکت کارکردگی کا عنصر شامل ہونا چاہیے۔ پھر ملک میں امن و امان اور تحفظ کا احساس نہ ہو تو سارا انفراسٹرکچر دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے۔ اس میں کیا شبہ ہے کہ ملک کی ہمہ جہت ترقی بالخصوص اقتصادی خوشحالی کے لئے اس بنیادی ڈھانچے کے ہر جزو کی یکساں ضرورت ہے لیکن ظاہر ہے کہ ہمیں ترجیحات کی ایک ترتیب بنا کر کسی منصوبہ بندی کے تحت ان پر عمل کرنا ہوگا۔ ہماری ریلوے کا حال کچھ اچھا نہیں۔ کراچی سے پشاور تک جانے والی لائن کا جو حصہ انگریز یک رویہ چھوڑ گیا تھا، وہ آج تک اسی حال میں ہے اور ریلوں کی آمد و رفت میں جو بار برداری کا ایک نسبتاً" سستا ذریعہ ہے، بدستور بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اس لائن کا جو حصہ بھارتی سرحد سے خطرناک حد تک نزدیک ہے، اس کے متبادل کے طور پر لگ بھگ ڈیڑھ سو میل لمبی اکہری لائن جو ہم نے خود بچھائی وہ اتنی ناقص ہے کہ ریل گاڑی اس پر ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھتی ہے اور ان سب باتوں پر مستزاد یہ حقیقت کہ گاڑیوں کو کھینچنے کے لئے ہمارے پاس انجن ہی موجود نہیں۔ گویا بانس ہی نہیں تو بانسری اور اس کے سرساز کی بات ہی عبث ہے۔

شاہراہوں کی طرف آیئے تو صرف لاہور ہی کو اسلام آباد سے (اور بعد میں پشاور سے) ملانے اور پھر گوادر کو لاہور سے جوڑ دینے کے لئے ہی اچھی سڑکوں کی ضرورت نہیں بلکہ پورے ملک میں پھیلی ہوئی سڑکوں کی حالت بہتر بنانے کے علاوہ بہت سے نئے راستوں کو بھی پختہ کیا جانا چاہیے ہے۔ ہماری موجودہ سڑکوں کا جو حال ہے اس سے کون بے خبر ہوگا۔ ان میں سے اکثر پر سفر سزا بھگتنے کے مترادف ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان سب کو بہت کشادہ اور یکساں قابل استعمال بنانے کی منصوبہ بندی بہتر تھی یا صرف کسی ایک روٹ پر ساری توجہ اور مالی وسائل کا بہت بڑا حصہ لگا دینا زیادہ مفید ہے؟۔ جن ترقی یافتہ اور خوشحال ممالک کی تقلید میں ہم نے اپنا شاندار موٹر وے ڈیزائن کیا ہے، ان کے ہاں پورے پورے ملک کی تمام شاہراہوں کا معیار ایک سا ہوتا ہے اور چھوٹے دیہات کو ملانے والی سڑکیں بھی ہماری جی ٹی روڈ جیسی ہوتی ہیں (موجود نہیں، وہ جو چند سال پہلے تک تھی)۔

ذرائع رسل و رسائل میں ڈاک اور تار کی تو وہی ہے چال بے ڈھنگی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے البتہ ٹیلی فون کے معاملے میں صورت حال گوارا حد تک قابل قبول ہوگئی ہے ۔ اس کی کارکردگی بھی مغربی ممالک کا مقابلہ تو نہیں کرتی کہ بہرحال ہم نے کم خرچ ساز و سامان سے کام چلایا ہے تاہم تھوڑی بہت الجھن کے بعد ٹیلی فونی رابطہ قائم ہو ہی جاتا ہے ۔ ٹیلی فون کا ذکر ہم ایک دوسرے حوالے سے آگے چل کر بھی کریں گے لیکن ڈاک و تار کا نظام تو توجہ طلب ہے ہی۔

بجلی کی فراہمی ہماری سب سے زیادہ دکھتی رگ ہے ۔ اس کا گھریلو استعمال دن دونی رات چوگنی ترقی کررہا ہے ' زرعی مقاصد کے لئے اس کی فراہمی کی نوعیت آج تک محبوب کے وعدہ وصل جیسی ہے اور صنعت کو فروغ دینا تو اسے بکفائت وافر مقدار میں مہیا کئے بغیر محض خیال خام ہے ۔ تو ذرا جائزہ لے کر دیکھئے کہ بجلی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہم کیا کررہے ہیں ۔ جوہری توانائی کی تو ہم تا حال پہیلیاں ہی بوجھ رہے ہیں ۔ کبھی فرانس کی طرف سے پیشکش کی خوش خبری سننے میں آتی ہے اور کبھی چین کی طرف سے جوہری بجلی کے پلانٹ کی آمد آمد کا غلغلہ ہوتا ہے لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات ۔ پن بجلی کے سلسلے میں زر کثیر صرف کرکے کالا باغ ڈیم پر کام کے آغاز کی تیاری کی گئی تھی اور تربیلہ سے اوپر اوپر سات آٹھ چھوٹے ڈیموں کے لئے ابتدائی تحقیق پر بھی کروڑوں اٹھ گئے لیکن تا حال ان سب میں کاغذی کشتیاں لنگر کھولے تیرتی نظر آتی ہیں ۔ کالا باغ ڈیم سے فصلوں کے لئے اضافی پانی ملنے کی امید بھی تھی تاہم اصل اور بڑا مقصد بجلی کا حصول تھا جبکہ بالائی ڈیم محض بجلی کی پیداوار کا ذریعہ بننے والے تھے ۔ کالا باغ ڈیم کے مسئلہ کو پیپلزپارٹی کی حکومت کے دور میں موجودہ حکمرانوں نے قوم کے لئے موت و زیست کا مسئلہ قرار دیا اور وعدہ کیا تھا کہ برسراقتدار آتے ہی وہ اس کی تعمیر کا کام شروع کرادیں گے ۔ آج بھی ایسے بیانات پڑھنے سننے کو تو ضرور ملتے ہیں جن سے محسوس ہونے لگے کہ بس کل کالا باغ ڈیم پر کام شروع ہوجائے گا لیکن عمل کی دنیا میں اس منصوبے نے دو برسوں میں ایک قدم بھی آگے اٹھایا نہ پیچھے ہٹایا ۔ موٹروے پر سرمایہ کاری کا جو انتظام سوچا گیا اور جتنی بڑی رقم خود سرکاری خزانے سے نکالی گئی ' کیا یہ انتظام اور یہ خرچ بجلی کی پیداوار کے منصوبوں بالخصوص کالا باغ ڈیم پر نہیں ہونا چاہیے تھا جس میں آم کے آم تھے اور گٹھلیوں کے دام بھی۔

سرکاری محکموں میں کارکردگی کے معیار پر کچھ کہنا لا حاصل ہی نہیں ' خود شرمسار ہونا اور حکومت کو بھی شرمسار کرنے والی بات ہے ۔ اس شعبے کا حال روز بروز پتلا ہوتا جارہا ہے اور اس کی اصلاح کا نہ کوئی منصوبہ زیرغور ہے نہ اس پر خرچ کرنے کے لئے پیسہ موجود ہے ۔ بدعنوانی کا روگ تعمیروترقی کے ہر منصوبے کو ناکام بنا دینے پر تلا ہوا ہے اور خود روگ ہونے کے علاوہ یہ امن وامان کی پامالی اور احساس تحفظ کے معدوم ہوجانے کے متعدد اسباب میں سے ایک بڑا سبب بھی ہے ۔ موخرالذکر عامل نے صنعتی ترقی کو بالخصوص متاثر کیا ہے اور ملک میں نیا سرمایہ اتنا آیا نہیں جتنا اب تک باہر نکل گیا ہے۔

انفرا سٹرکچر میں موٹروے کو بلحاظ ترجیح جو جگہ ملنی چاہیے تھی وہ اب تک کی رام کہانی سننے کے بعد سمجھ میں آنے لگی ہوگی ۔ اس حسین خواب کی تعبیر حسب خواہش نکلے تب بھی ملکی ترقی کے لئے مطلوبہ بنیادی ڈھانچے میں کتنی کچھ بہتری آجائے گی ؟۔

دوسرا پہلو ہمارے پیش نظر یہ ہے کہ پورے ملک کو آباد کرنا بہتر ہوگا یا اس میں چند سرسبز و شاداب جزیرے بنا کر خوش ہو لینا قومی مفاد میں ہے ۔ اس پر غور کرتے ہوئے ایک مثال ہمارے سامنے آتی ہے ۔ ٹیلی فون کے نظام کا ذکر پہلے آچکا ہے اور ہم نے تسلیم کیا کہ یہ بہتر ہوا ہے لیکن کیسے؟۔ پہلے پورے ملک کو "نیشن وائڈ ڈائلنگ" کے ذریعے باہم مربوط کیا گیا۔ تقریباً ہر چھوٹے بڑے شہر تک اب براہ راست ڈائل کرکے پہنچا جاسکتا ہے ۔ اس کے بعد بڑے شہروں میں موبائل ٹیلی فون کی سہولت کا اضافہ ہوا تو اس عیاشی پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے 'کسی گوشے سے اس پر آوازہ کسا بھی نہیں گیا لیکن ایک اور مثال اس کے برعکس یہ ہے کہ خود سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ملک کے سترفی صد باسیوں کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں جبکہ ایک نہایت خورد بینی اقلیت کے اطمینان کے لئے اب ملک میں بوتلوں میں وہ پانی بھی دستیاب ہے جس کے لئے ایک زمانے میں پیرس کے پانی کی گالی وضع کی گئی تھی اور اس کا کارخانہ بھی ہمارے اپنے ملک میں لگ گیا ہے ۔ سو یہ فیصلہ اب آپ کے اختیار میں ہے کہ موٹروے جیسے منصوبے کو ٹیلی فون کے نظام کا عکس بنائیں یا فرانس کے پانی کی نقل۔

ہمیں اس پر بھی کلام ہے کہ ٹرانس پاکستان موٹروے کا مہنگا بلکہ قوم کے مالی وسائل کا کچومر نکال دینے والا منصوبہ ہمارے معاشرے کے موجودہ مزاج سے لگا بھی کھاتا ہے یا نہیں ۔ موجودہ شاہراہوں بلکہ بڑے شہروں کی سڑکوں کو بھی استعمال کرنے والا ہر شخص شب و روز اس حقیقت کا مشاہدہ کرتا ہے کہ ہمارے ہاں اس سہولت کے استعمال کا سلیقہ اور قرینہ نہ ہونے کے برابر ہے ۔ دراصل مغرب میں ہماری نظروں کو خیرہ کرنے والی ریزہ کاری اس اعتبار سے ایک اکائی ہے کہ اس کے نگوں کے سب زاویے یکساں انداز میں چمکتے ہیں ۔ وہاں تعلیم و تربیت کے ایک مربوط نظام کے ذریعے وہ شہری پیدا کئے جاتے ہیں جو پورے معاشرے میں اور اس کے ہر پہلو کو اپنی اقدار اور اپنے معیار کے مطابق ایک جیسا خوبصورت بنانے اور بنائے رکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ۔ برعکس اس کے ہمارے زوال پذیر معاشرے کی کسی کو بھی فکر نہیں ۔ ہمارے مزاج میں جو تحمل اور بردباری پہلے کبھی موجود تھی ' اب عنقا ہوئی جاتی ہے ۔ نفسی نفسی کا عالم ہے اور اپنے ذرا سے فائدے کے لئے دوسروں کے بڑے سے بڑے نقصان کی پرواہ نہ کرنا ہماری عادت بنتی جا رہی ہے ۔ اس پہلو سے بھی سوچیے کہ معاشرے کی مجموعی حالت اور اس کی مزاجی کیفیت کو بہتر بنائے بغیر موٹروے کی شاہ خرچی ہمارے لئے رحمت بنے گا یا ایک نئی زحمت۔

آخر میں اپنے اس خدشے کا اظہار کئے بغیر بھی رہا نہیں جاتا کہ لاہور سے اسلام آباد تک جانے والی مجوزہ موٹروے مکمل ہو بھی گئی تو اسے گوادر سے طورخم تک پہنچانے بلکہ چترال سے بھی گزارتے ہوئے درہ خنجراب تک لے جانے کے لئے جو رقم درکار ہے ' وہ اس قوم کو کون دے گا جس کا بال بال پہلے ہی قرضے میں بندھا ہوا ہے اور خود اپنے وسائل سے کرنا ہو تو یہ کام جوئے شیر لانے سے بھی بڑھ کر ہے ۔ رادھا کے ناچ کے لئے نو من تیل فراہم نہ کیا جاسکا تو رقص کا یہ ایک زاویہ ہمارا دل کب تک بہلا سکے گا۔ ○○

خیر القرون میں اقامت دین کا کام کیسے ہوا' اب کیا لائحہ عمل ہوگا؟

دین کو قائم کرنا پہلے بھی مشکل تھا' اب بھی آسان نہیں

مرتبہ: ریاض الحق

دعوت کسی مسلک کی طرف نہیں' پورے دین کی ہونی چاہیے

معمول کے مطابق مسجد دار السلام باغ جناح میں ۱۵ر مئی کو بھی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے خطاب جمعہ کا اصل موضوع تعلیم کتاب و حکمت ہی تھا جس میں بطور ضمیمہ آخر میں حسب ضرورت ملکی مسائل پر گفتگو بھی شامل ہوجایا کرتی ہے ۔ سورۃ الشوریٰ کی تین آیات مبارکہ کے حوالے سے انہوں نے اپنے مذکورہ خطاب میں اقامت دین کو جو شرح کی اس کا بیشتر حصہ ان صفحات میں آگیا ہے ۔ اختتامی حصہ آئندہ شمارے میں دیکھئے۔

حمد و ثناء تلاوت آیات ' ایک حدیث کے بیان اور ادعیہ مسنونہ کے بعد کہا:

آج مجھے جو گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کرنی ہیں وہ تین حصوں پر مشتمل ہیں ۔ میں نے آپ کے سامنے سورۂ شوریٰ کی تین آیات کی تلاوت کی ہے ۔ یہ سورۃ اقامت دین کے موضوع پر قرآن مجید کا ذروۃ السنام ہے ۔ اس میں بڑی جامعیت کے ساتھ اقامت دین اور اس کے لوازم کا تذکرہ آیا ہے۔ یہ تین آیات (نمبر ۱۳ تا ۱۵) ایک خاص موضوع پر قرآن مجید کا اہم ترین مقام ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کے حوالے سے کچھ باتیں آپ ذہن نشین کرلیں۔

دین ہمیشہ سے ایک ہے

ان آیات مبارکہ میں فرمایا گیا " اے مسلمانو! تمہارے لئے بھی مقرر کی ہے وہی بات جس کی وصیت کی تھی ہم نے نوحؑ کو اور جو ہم نے وحی کی ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی جانب اور جس کی وصیت کی تھی اللہ نے ابراہیمؑ کو اور موسیٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو"۔ ان الفاظ سے ایک بات یہ واضح ہوجاتی ہے کہ دین ہمیشہ سے ایک ہی چلا آرہا ہے ۔ سب کو معلوم ہے کہ شریعتیں مختلف رہی ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعتوں میں فرق ہے' تاہم دین حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ایک ہی ہے ۔ اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا ۔ دو چیزیں بالکل نہیں بدلیں ' ایمان کے بنیادی حقائق اور دین کے تقاضے ۔ ایمان کے بنیادی حقائق جو اول دن سے لے کر آج تک رہے وہی آخر تک رہیں گے۔

اسی طرح دین بھی ایک ہی ہے ۔ البتہ اس کے دو پہلو ہیں ' ایک یہ کہ اللہ کو حاکم مانو اور اس کی اطاعت رسول کی اطاعت کے ذریعے سے ہو۔ چنانچہ اسلام کا کلمہ طیبہ " لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ " ہے یعنی حاکم مطلق اور معبود حقیقی اللہ ہے اور رسولؐ مطاع ہیں ' وہ اس کی مرضی کے شارح ہیں ۔ فرمایا گیا " وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ" یعنی ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے۔ قرآن میں بہت سے رسولوں کی دعوت کے لئے تکرار کے ساتھ ایک ہی الفاظ آئے ہیں ان اعبدوا اللہ و اطیعون" ہر رسول (حضرت نوح' حضرت صالح' حضرت شعیب نے یہی کہا اللہ کی بندگی کرو اور میری اطاعت کرو۔

شریعت میں ردو بدل ہوا

معلوم ہوا کہ دین تو ایک ہی رہا ہے مگر شریعت کے اندر فرق ہوتا رہا ہے ۔چنانچہ نماز کی وہ صورت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بتائی ' اس سے مختلف تھی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم مسلمانوں کو سکھائی ۔ اسی طرح روزے کے احکام اور احکام سبت میں بھی فرق ہے ۔ ان کے ہاں سبت کے احکام بہت شدید تھے جبکہ ہمارے ہاں جمعہ کے احکام بہت آسان کردئے گئے ۔ وہاں ہفتے کے پورے دن میں صبح سے لے کر شام تک کاروبار حرام مطلق تھا جبکہ مسلمانوں پر صرف اذان ہونے سے لے کر جمعے کی نماز ادا ہوجانے تک وہ پابندی رکھی گئی ہے۔ چنانچہ کہا گیا کہ نماز ادا ہوجائے تو رزق کی تلاش کے لئے زمین میں منتشر ہوسکتے ہو۔

اقامت دین

پہلی بات تو یہ ہوئی کہ دین ایک ہی ہے لیکن شریعت اور مذاہب میں فرق رہا ہے۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ قائم کرو دین کو یا قائم رکھو دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ یعنی مذاہب میں

متفرق ہو تو علیحدہ مسئلہ ہے لیکن دین میں متفرق نہ ہوجاؤ۔ جو لوگ دین میں تفرقہ پیدا کرتے ہیں یا دین کے حصے بخرے کردیتے ہیں ' انہیں کافر قرار دیا گیا۔ فرمایا گیا کہ اے نبیؐ! آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ۔ سورۃ الشوریٰ کی جن آیات کا میں نے حوالہ دیا ' ان سے معلوم ہوا کہ اقامت دین کی جدوجہد فرض ہے بلکہ مسلمانوں کے لئے دین کو قائم کرنا فرض عین کے درجے میں ہے ۔ دین کو ایک وحدت کی حیثیت سے رکھنا کہ اس میں تفرقہ پیدا نہ ہو پھر اس وحدت کو قائم کرنا فرض ہے ' اگر قائم نہیں تو قائم کرنا فرض ہے اور اگر قائم ہے تو قائم رکھنا فرض ہے ۔

ظاہر ہے کہ شیطان تو ہر جگہ نقب لگاتا ہے ۔ اس نے خلافت راشدہ کو بھی قائم نہیں رہنے دیا اور کچھ عرصہ بعد تفرقہ پیدا کردیا۔ تاہم مسلمانوں کے ذمہ ہوگا کہ وہ اپنی سی کوشش جاری رکھیں جیسے کہ صحابہ کرامؓ نے پہلے خلافت قائم کی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے جان گسل محنت کے ذریعے سے دین کو قائم کردیا اور نظام خلافت وجود میں آگیا۔ پھر اس کو قائم رکھنا فرض ہوگیا کیونکہ شیطان ایڑی چوٹی کا زور لگائے گا کہ دین قائم نہ رہے ۔

اس آیت میں تمام اولوالعزم پیغمبروں کو جمع کردیا گیا ہے ۔ حضرت نوحؑ اولین اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخرین ' درمیان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان پانچ رسولوں کی مقدس جماعت کو بھی دین قائم کرنے کا حکم دیا گیا جو رسولوں میں سب سے بلند مقام پر فائز ہیں ۔

زمانہ حال پر اس کا اطلاق

ہم پر اس حکم کا اطلاق کیسے ہوگا؟ ہمارا دین اسلام ہے ' مذاہب کا جو فرق ہے ' اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حنفیت ' مالکیت ' شافعیت اور حنبلیت مذاہب ہیں ادیان نہیں ۔ یہ اصل میں شریعت کے تفصیلی احکام میں تعبیر کا فرق ہے جبکہ اصول سب کے نزدیک ایک ہی ہیں ۔ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ ' امام شافعیؒ ' امام بخاریؒ امام احمد ابن حنبلؒ اور امام ابن تیمیہؒ سب کے نزدیک دین ایک ہے جس میں اصول بھی ایک ہی ہے یعنی اللہ کا حکم اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ۔ اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا " ما انا علیہ و اصحابی " یعنی جس پر میں اور میرے صحابی ہیں ۔ البتہ قران و سنت سے استدلال و استنباط کرتے ہوئے اختلاف ہوجاتا ہے ۔ دو حدیثیں اگر آپس میں ٹکرا رہی ہیں تو کس کو ترجیح اور اولیت دی جائے گی اور کس کو ثانوی حیثیت دی جائے گی ' اس استدلال پر مسلک وجود میں آئے اور اس میں کوئی حرج نہیں ۔

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے صلاحیت دی ہو ' قرآن و سنت سے براہ راست استنباط کریں گے اور ان کو ہم مجتہد کہتے ہیں ۔ لیکن عام آدمی کے لئے یہ ممکن نہیں وہ تو کسی صاحب علم سے معلوم کرے گا اور اس پر عمل کرے گا ۔ گویا عوام کے لئے ان مختلف مسلکوں کی پیروی کرنا ایک ضرورت بھی ہے تاہم اقامت دین کی جدوجہد فرض ہے اور اس آیت میں اگرچہ پوری امت مسلمہ مخاطب ہے لیکن سب سے بڑھ کر خطاب میرے نزدیک مسلمانان پاکستان سے ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اسلام کے نام پر ایک ملک بنایا جبکہ باقی اسلامی ملک تو اپنے انہیں ناموں ' حدود اور جغرافے کے ساتھ پہلے سے چلے آرہے تھے۔ ان کا معاملہ یہ تھا کہ کچھ عرصہ غلام ہوئے پھر آزاد ہوگئے یا نیم غلام ہوئے اور بعد میں خود مختار ہوگئے یا اسی نوع کی کچھ صورت حال رہی جیسی ہمیں آج بھی درپیش ہے کہ اب بھی مکمل طور پر آزاد نہیں اور بڑی طاقتوں کے اقتصادی چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم علم اور ٹیکنالوجی میں ان کے محتاج ہیں اور اس لحاظ سے ہماری آزادی حقیقی نہیں تاہم چونکہ ایک ملک نئی حدود کے ساتھ وجود میں آیا ' نہ صرف نئی حدود کے ساتھ بلکہ نئے نام کے ساتھ بھی اور سب سے اہم بات یہ کہ اسلام کے نام پر وجود میں آیا چنانچہ اس آیت کے مخاطب اولین ہم مسلمانان پاکستان ہیں ۔

خیر القرون میں اقامت دین

البتہ جب قرآن مجید نازل ہو رہا تھا اس وقت اس کے مخاطب اول صحابہ کرامؓ تھے جو اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے ۔ ان سے خطاب کر کے فرمایا گیا کہ اقامت دین کی اس جدو جہد میں تمہاری مخالف قوتیں دو ہیں ۔ پہلے مشرکین ہیں جو سینکڑوں معبودوں کے ماننے والے ہیں ۔ ان کے پاس نہ کوئی کتاب ہے نہ شریعت ہے اور نہ نبیوں کے نام لیوا ہیں ۔ انہوں نے بس حضرت ابراہیمؑ کا نام سنا ہوا ہے اور یہ کہ ہم ان کی نسل سے ہیں۔ دوسرے دشمن اہل کتاب ہیں ' یہ نبیوں کو ماننے والے ہیں اور ان کے پاس شریعت یا دستور العمل بھی ہے ۔ ان دو دشمنوں میں سے اول الذکر کے بارے میں فرمایا گیا کہ کبر علی المشرکین ماتد عوھم الیہ " یعنی ان مشرکوں پر تو بہت ہی بھاری ہے وہ بات جس کی طرف اے محمدؐ آپ انہیں بلا رہے ہیں ۔ ان کو دین کی طرف بلانا آسان نہیں بلکہ ان میں سے تو ایک ایک بمشکل آپ کو ملے گا ۔ آپ کو جھولی پھیلا پھیلا کر اللہ سے دعائیں کرنی پڑیں گی اور ایک ایک در پر جا کر دستک دینی ہوگی ۔ ان میں سے تو اللہ جس کو چاہے گا ' اپنی طرف کھینچ لے گا جیسے حضرت عمرؓ کو کھینچ لیا کہ چلے تھے حضورؐ کو قتل کرنے کے ارادے سے اور اللہ نے راستہ بدل کر حضورؐ کے قدموں میں پہنچا دیا ۔ پھر نہایت جانثار حامی بن گئے ۔ لیکن دوسری طرح جن کے اندر اللہ کی طرف کچھ تھوڑی بہت بھی انابت ہے اور ملت ابراہیمی کی حنیفیت کی کوئی چنگاری دبی ہوئی ہے تو اللہ انہیں ہدایت دے دے گا ۔ تاہم یہاں یہ بات بتائی جارہی ہے کہ آپ یہ نہ سمجھے کہ فوری طور پر یہ آپ کی دعوت قبول کر لیں گے ۔ انسان زیادہ امیدیں وابستہ کر لے تو مایوسی بھی زیادہ گہری ہوتی ہے ۔ چنانچہ جو صحیح صورت حال ہے اس کو سامنے رکھنا چاہیے اور حقیقت کا شعور و ادراک ہونا چاہیے ۔

اللہ نے فرمایا کہ اے نبی! جس بات کی طرف آپ ان مشرکین کو بلا رہے ہیں ' یہ کوئی آسان بات نہیں ۔ اور دوسرے گروہ کے بارے میں فرمایا کہ آپؐ کو توقع ہوسکتی ہے کہ یہود اور نصاریٰ تو فوراً بات مان لیں گے ۔ یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو آپؐ کے بارے میں پیشین گوئیاں کی ہیں ۔ اسی طرح نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ نے بھی آپ کے بارے میں بشارتیں دی ہیں ۔ پھر یہ توحید کے ماننے والے بھی ہیں اور کم سے کم نظری طور پر آخرت کو بھی مانتے ہیں ۔ ان کے لئے کیا مشکل اور حجاب ہے کہ آپ کی بات نہ مانیں لیکن فرمایا' نہیں اے نبیؐ ! ان سے بھی امیدیں وابستہ نہ کیجئے۔

ان کا اپنا حال یہ ہے کہ یہ فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں - ایک طرف یہود ہیں دوسری طرف نصاریٰ ہیں - ان کی کتاب ایک ہے ' آج جسے ہم بائبل کہتے ہیں اس کا بڑا حصہ - Olc Testament یعنی "عہد نامہ قدیم" عیسائیوں اور یہودیوں کے مابین مشترک ہے - اتنا اشتراک ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں - پھر ان میں فرقہ بندی ہے تو اے نبیؐ اگر اتنا کچھ مشترک رکھنے کے باوجود یہ آپس میں گتھم گتھا اور ضدم ضدا ہیں تو ظاہر ہے وہ آپؐ کو کیسے مان لیں گے - چنانچہ مشرکین سے بھی امیدیں وابستہ نہ کیجئے اور ان اہل کتاب کے بارے میں بھی کوئی خوش فہمی نہ رکھئے - اگر اللہ کی طرف سے فیصلے کا ایک وقت معین نہ ہوچکا ہوتا تو فیصلہ ہوجاتا - لیکن فیصلے کے لئے اللہ نے قیامت کا دن مقرر کیا ہے - یہ دنیا فیصلے کی جگہ نہیں بلکہ دارالامتحان ہے - قیامت کے دن معلوم ہوگا کون کتنے پانی میں تھا - حقیقتیں وہاں کھلیں گی -

اس صورت حال میں کیا کیا جانا چاہیے تھا - اس کے بارے میں ہدایات تیسری آیت میں دی گئیں - یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ قرآن مجید نے ایک انتہائی خوبصورت ترتیب سے حکمت عملی کو واضح کیا - پہلے فرمایا کہ اقامت دین کی جدوجہد تو فرض ہے لیکن یہ نہ سمجھئے کہ یہ کوئی آسان کام ہے - یہ تو ایک مشکل منزل اور کٹھن مرحلہ ہے جس کا طے کرنا آسان نہیں - اس کے لئے بڑے صبر اور استقامت کا ثبوت دینا پڑے گا ' بڑی مایوسیاں آئیں گی ' بہت بد دلی سے دوچار ہونا پڑے گا - اس کو آسان سمجھیں گے تو جلدی ہمت ہار جائیں گے - لہٰذا جان لیجئے آپ کی یہ دعوت حق آسانی کے ساتھ لوگوں کے حلق سے نیچے اترنے والی نہیں ہے -

آج کی صورت حال

آج کی کیفیت پر جب ہم ان حالات کا انطباق کریں گے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے عوام بھی اسی سطح پر ہیں جہاں اس وقت کے مشرکین تھے - اس لئے کہ ان کے بھی وہی مشرکانہ اوہام ہیں - فرق ہے تو اتنا کہ یہ بتوں کو نہیں پوج رہے قبروں کو پوج رہے ہیں - ان کا کل دین ہے ہی عرس سالانہ عرس ہوگیا تو پورا دین مکمل ہوگیا - پھر جو کچھ ان عرسوں پر ہوتا ہے ' وہ سب کو معلوم ہے - دھمال کھیلے جاتے ہیں اور طرح طرح کے بازار لگتے ہیں - یہ چلن رفتہ رفتہ اس طرح لوگوں کے ذہنوں میں پیوست ہوچکا ہے کہ نکلنا آسان نہیں اور مختصر یہ کہ عوام کالانعام تو اس سطح پر کھڑے ہیں جہاں مشرکین تھے -

دوسری طرف مذہبی طبقے میں مسلکی اختلافات ایک غلط صورت اختیار کرچکے ہیں - مذہب میں یہ فقہی اختلافات بذات خود کوئی بری چیز نہیں کیونکہ یہ دین میں اختلاف نہیں بلکہ محض دین کی تعبیرات میں اختلاف ہے - آپ نے دیکھا کہ اختلاف تو ججوں کے مابین بھی ہوجاتا ہے - ایک ہی مقدمہ میں ' ایک ہی فائل پر بھی رائے کا اختلاف ہوجاتا ہے پھر ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کی سطح پر تو نہ کوئی نئی شہادت آتی ہے نہ مزید کوئی دلائل بلکہ کیس پہلے سے ہی بن چکا ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود جج اختلافات کرتے ہیں - چنانچہ اختلافات بذات خود کوئی بری چیز نہیں لیکن جب ان اختلافات میں شدت پیدا ہوجائے ' اس کی بنیاد پر گروہ بندیاں ہوجائیں اور کہا جائے "من دیگرم تو دیگری" میں اور ہوں ' تم اور ہو تو یہ تفرقہ بازی بن جاتی ہے - معلوم ہوا کہ ہمارے ہاں جو مذہبی حلقے فرقہ وارانہ بنیاد پر سامنے آتے ہیں اور مسلکوں کی بنیاد پر اگر جماعتیں بن گئی ہیں تو نوعیت کے اعتبار سے در حقیقت یہ وہی صورت حال ہے جو اس وقت اہل کتاب کی تھی جب نبی اکرمؐ کی بعثت ہوئی -

کرنے کا کام

اس صورت حال میں ہمیں کیا کرنا ہے ؟ - اس بارے میں یہ آخری آیت ہدایات دیتی ہے - یہ وہی ہدایات ہیں جو اپنے وقت میں داعی برحق محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کی وساطت سے ان کے ساتھیوں کو دی گئیں - پھر یہی ہدایات نبی اکرمؐ کے ذریعے سے اور ان کی وساطت سے تاقیام قیامت ان لوگوں کے لئے ہیں جو اقامت دین کی جدوجہد کے لئے کمر کس کر اس میدان میں آئیں - یہ ایک بڑی عظیم آیت ہے جس میں ان ہدایت کا بیان ہوا - حقیقت یہ ہے کہ یہ آیت قرآن مجید کی عظیم ترین آیات میں شمار کئے جانے کے قابل ہے - فرمایا فلذالک فادع واستقم کما امرت ولا تتبع اھواء ھم " اس ایک آیت میں کئی جملے ہیں - پہلی بات یہ کہ اے نبیؐ آپ اسی کی طرف دعوت دیتے رہیے ' اور جس چیز کا آپ کو حکم ہوا ہے ' اس پر جمے رہیے اور ان کی خواہشات کی پیروی ہرگز نہ کیجئے - ان تینوں ہدایات کو یکجا کریں تو معلوم ہوگا کہ آپ کی دعوت کا مرکز و محور بھی دین ہونا چاہیے - آپ ان گروہی اختلافات کی طرف کوئی توجہ ہی نہ دیجئے اور کسی کو راضی کرنے کے لئے مصالحت کی کوئی شکل اختیار نہ کیجئے اور جو حکم اللہ کی طرف سے مل رہا ہے اس پر جمے رہیے -

یہ پہلا حکم ہے - اگرچہ یہ تین اجزاء ہیں لیکن ان تینوں کا لب لباب ایک ہی ہے - دعوت اقامت دین کی ہو ' کسی مسلک کی نہیں ہونی چاہیے - آپ کسی مسلک پر کاربند ہیں تو یہ آپ کا ذاتی عمل ہے لیکن دعوت دین کی ہونی چاہیے - دعوت جب مسلکوں کی ہونے لگے تو آپ نے گویا ساری بات ہی الٹی کردی - یہ بھی سمجھ لیجئے کہ مسلک پر عمل کرنا اور بات ہے اور مسلک کی دعوت دینا شے دیگر است - مذہب اور دین کے فرق کو ذہن میں رکھتے ہوئے دعوت صرف دین کی ہونی چاہیے - ہر وہ کام جو دعوت کی اس سطح سے نیچے اتر جائے گا ' وہ خیر کا نہیں بلکہ شر کا ذریعہ بن جائے گا دیکھنے کی بات صرف یہ ہے کہ حق کیا ہے - البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ آج آپ سے کوئی غلطی ہو رہی ہو تو اس کے لئے ذہن کو کھلا رکھئے ' آنکھیں ' کان اور ذہن کے دروازے بند نہ کیجئے - غور کرتے رہیے اور جہاں محسوس ہو کہ مجھ سے غلطی ہوئی وہاں مان لیجئے ' غلطی کا اعتراف کر لیجئے - اس لئے کہ معصوم تو صرف نبی ہوتے تھے اور نبوت کا دروازہ بند ہوچکا ہے تاہم آج کی تاریخ میں جسے حق سمجھا ہے وہی پیش کیجئے اور یہ نہ دیکھئے کہ کون راضی ہوتا ہے ' کون ناراض -

بقیہ حالات حاضرہ

وجہ سے یہ گاڑی جو پٹڑی سے اتر گئی ہے ' اسے دوبارہ صحیح رخ پر ڈالنے کے لئے کافی وقت چاہئے اور اگر تھوڑے تھوڑے وقفے سے کئی الیکشن ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے - اس وقت آپ کے پاس اور تو کوئی نظام موجود نہیں ہے ' اسی سے کام چلانا ہے تو وقت کی صورت حال کا تقاضا ہے کہ تازہ الیکشن ہوں اور ایسی غیر جانبدار حکومت کے تحت ہوں جس کی غیر جانبداری میں کوئی شک اور شبہ نہ کیا جاسکے -

صیہونی عزائم کی تکمیل کرنے والا امریکہ کا نیا عالمی نقشہ

عالم اسلام میں کئی "بلیک ہولز" موجود ہیں!

امریکہ نے ہمیں روس کے خلاف استعمال کیا اور اب اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے

صف اول کے قانون دان اور معروف سیاسی دانشور جناب ایس ایم ظفر کا یہ چونکا دینے والا مضمون موقر روزنامے "نوائے وقت" نے دو قسطوں میں شائع کیا ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ قابل غور ہے اور پوری تحریر کو بار بار پڑھ کر ذہن نشین کیا جانا چاہیے تاہم اس میں پائے جانے والے خلاء کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ جناب ایس ایم ظفر نے ملت اسلامیہ اور بالخصوص پاکستان کے ارباب حل و عقد کو دعوت فکر دی اور اپنی طرف سے اصلاح احوال کی کچھ تجاویز بھی پیش کی ہیں لیکن صاف محسوس ہوتا ہے کہ جتنے بڑے خطرات کی بو انہوں نے سونگھی ہے' ان سے بچاؤ کی تدابیر اتنی ہی سطحی ہیں۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ جدید دنیا نے ہمیں جن مسائل سے دوچار کردیا ہے ان کا حل بھی ہم اسی کے ایجاد کردہ علوم عمرانیات میں تلاش کرتے ہیں جبکہ اس قوم رسول ہاشمی کا معاملہ جو اپنی ترکیب میں خاص ہے' عام قوموں سے بالکل مختلف ہے۔ امت مسلمہ پر جس عذاب کی قسطیں نازل ہو رہی ہیں' اس کا اصل سبب یہ ہے کہ وہ مقصد اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوگیا ہے جس کے لئے اسے کھڑا کیا گیا تھا اور قانون فطرت یہ ہے کہ جو شے اپنی افادیت کھو بیٹھے' اس کی بقا کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

ایک اور پہلو سے دیکھا جائے تو دنیا بھر کی آفات کے مقابلے میں ہمارا سب سے بڑا دفاع درحقیقت اسلام ہے اور سب سے موثر ہتھیار جو ہمیں عنایت کیا گیا' قرآن ہے۔ مادی وسائل اور ٹیکنالوجی کی بے تحاشا قوت جو اغیار کو حاصل ہے' ہم خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتے۔ آج ہم جاگ بھی اٹھیں اور مقابلے کی دوڑ میں شریک ہونے کی کوشش کریں تب بھی جو فرق و تفاوت اب تک واقع ہوچکا ہے' اسے مٹا کر دشمنوں سے آگے نکلنے یا کم از کم دوش بدوش آجانے کا امکان معدوم کے درجے میں آتا ہے۔ ہمیں دستیاب واحد چارہ کار تو یہ ہے کہ قرآن کی طرف رجوع کریں جو حبل اللہ المتین ہے' ہمارا رشتہ اللہ تعالیٰ سے جوڑ کر وہ قوت ہمیں فراہم کرے گا جس کے سامنے دشمنوں کی سازشوں کے تانے بانے تار عنکبوت ثابت ہوں گے۔ اور پھر اسلام کے نظام یعنی خلافت اسلامیہ کے قیام میں سردھڑ کی بازی لگا دیں جس کی برکات کے ظہور کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک طرف مسلمان بنیان مرصوص بن جائیں گے تو دوسری طرف دنیا بھر کی مظلوم و مقہور قومیں رہنمائی کے لئے ہماری طرف دیکھیں گی اور اغیار کو بھی ہمارے حق میں برا چاہنے اور برا کرنے سے پہلے سو بار سوچنا ہوگا ---- مدیر

فلکیات کی ایک حالیہ تھیوری کے مطابق جب کوئی بہت بڑا سیارہ اپنے ہی حجم اور قوت ثقل کی وجہ سے سکڑنا شروع کردیتا ہے تو اس کی اچانک "موت" واقع ہوجاتی ہے۔ پھر اس کے اردگرد ایک ایسا خلا پیدا ہوجاتا ہے جو پڑوسی سیاروں اور ستاروں کے لئے وجہ تشویش بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کائنات کی جو شے اس خلا کے بہت قریب آجاتی ہے وہ کھنچتی ہوئی خلا میں داخل ہوجاتی ہے اور پھر اسے کبھی روشنی نصیب نہیں ہوتی۔ بڑے سیارے کی موت سے جو خلا پیدا ہوتا ہے اسے بلیک ہول کا نام دیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں بلیک ہول کے اندر کائنات کے عام قوانین کالعدم ہوجاتے ہیں۔

فلکیات کی یہ اصطلاح اب بین الاقوامی سیاست میں بھی استعمال ہونے لگی ہے۔ خاص طور پر روس کی شکست و ریخت کے بعد اس کے اردگرد جو سیاسی خلا جنم لے رہا ہے اسے امریکہ کے پالیسی بنانے والوں نے بلیک ہولز کا نام دیا ہے

ہم پاکستانی عام طور پر سی آئے اے وائٹ ہاؤس اور پینٹاگون جیسے اداروں کے نام سے مانوس ہیں۔ لیکن ایک اور نہایت اہم اور مستعد ادارہ ڈیفنس انٹیلی جنس ایجنسی (ڈی آئی اے) ہے جو امریکہ کی بین الاقوامی اور خارجہ پالیسی بنانے میں اہم کردار ادا کررہا ہے۔ ڈی آئی اے کا مرکزی دفتر واشنگٹن میں ہے اور یہ اپنے مخصوص ذرائع سے مختلف ممالک کی صورت حال پر خفیہ اور حساس معلومات حاصل کرتا ہے اور پھر ان کا تجزیہ کرکے امریکی مفادات کے حق میں پائی جانے والی یا امریکی مفادات کے خلاف عناصر کی نشاندہی کرتا ہے۔ امریکی حکومت اور اس کے دوسرے متعلقہ ادارے اس کے تجزیہ اور معلومات کی روشنی میں امریکہ کے مجموعی دفاع کا لائحہ عمل تیار کرتے ہیں۔ اس لئے اس ادارے کو ڈیفنس انٹیلی جنس ایجنسی کا نام دیا گیا ہے۔

ڈی آئی اے اپنے تجزیاتی سلسلہ میں وقتاً فوقتاً ساری دنیا کی صورت حال اور اس میں واقع پذیر تبدیلیوں کا ایک مکمل اور جامع نقشہ ہمہ وقت تیار رکھتا ہے۔ ڈی آئی اے نے کمیونزم کی "موت" اور سوشلسٹ ریاست کے منتشر ہونے کے بعد امریکی مفادات کے نکتہ نظر سے حال ہی میں ایک نیا نقشہ مکمل کیا ہے' جس میں روس کے اردگرد کئی ایسی مملکتوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو ان کے نزدیک سیاسی بلیک ہولز بن گئے ہیں یا بن

رہے ہیں ۔ ڈی آئی اے کے مطابق ان "سیاسی بلیک ہولز" میں ایسے اندرونی مسائل جنم لے رہے ہیں کہ ان کی وجہ سے ان کے ارد گرد کے کئی علاقے ان کی زد میں آسکتے ہیں ۔ بالفاظ دیگر یہ وہ علاقے ہیں اور یہ وہ مملکتیں ہیں جو "اندھیرے" میں جا رہی ہیں اور خطرہ ہے کہ وہاں عام اقتصادی ، معاشی اور سیاسی قوانین ناقابل عمل ہوجائیں گے۔

ڈی آئی اے نے دنیا کا یہ نیا نقشہ صدر جارج بش کے نیو ورلڈ آرڈر کے اعلان کے بعد مرتب کیا ہے ۔ اس نقشہ کے بنانے کا واحد مقصد یہ ہے کہ یہ واضح ہوسکے کہ واحد سپر پاور کی حیثیت میں امریکہ کو اور امریکی مفادات کو کسی نوعیت کے خطرات در پیش ہوسکتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ اس سے پہلے ڈی آئی اے نے جو نقشہ مرتب کیا ہوا تھا اس میں وہ علاقہ جات نمایاں کئے ہوئے تھے جہاں سے کسی وقت بھی وہ شعلہ بھڑک سکتا تھا جو ساری دنیا کو عالمی جنگ میں لپیٹ لیتا۔ مثلاً برلن کو ایک گہرے لال نشان سے ظاہر کیا گیا تھا کہ اس شہر سے عالمی جنگ شروع ہونے کے امکانات تھے۔ اسی طرح جاپان کے جزیروں کو روس کی خشکی سے جدا کرنے والے آبی خاکنائے کو گہرے جامنی رنگ سے واضح کر کے یہ بتایا گیا تھا کہ اس کی گہرائیوں میں روس کی نیو کلیائی آبدوزوں کا ایسا جال پھیلا ہوا ہے کہ جاپان کی اقتصادی ناکہ بندی کے ذریعے ساری دنیا پھر جنگ میں جھونکی جا سکتی ہے ۔

ایک نارنجی رنگ کی لکیر طول العرض نمبر ۳۲ پر وہاں کھینچی ہوئی تھی جہاں جنوبی اور شمالی کوریا کی سب سے زیادہ غیر فطری اور عجیب و غریب سرحد معرض وجود میں آئی تھی ۔ خیال تھا کہ شمالی اور جنوبی کوریا ایسے "مخالف جڑواں" جن پیدا ہوگئے ہیں کہ اب وہ ایک دوسرے کو مٹانے اور ختم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے دنیا کے امن کو خطرہ میں ڈال دیں گے۔ ایک بہت لمبی سرحد جو چین اور روس کے درمیان ہے اسے شوخ رنگوں سے سجایا گیا تھا کہ ہوسکتا ہے کہ عالمی جنگ ایشیا میں شروع ہوجائے ۔ کہتے ہیں کہ کیوبا کے جزیرے پر جو گہرا رنگ چند سال پہلے دکھایا گیا تھا وہ اس آخری نقشے میں مدھم کردیا گیا تھا ۔ بہر حال یہ عالمی نقشہ اس دن تک کی نمائندگی کرتا تھا جب تک روس دوسری سپر پاور کی حیثیت میں موجود تھا ۔ لیکن جس دن ریاست ہائے متحدہ سوشلسٹ ری پبلک کی قومی اسمبلی نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا کہ اب صرف امریکہ ہی واحد سپر پاور ہے اور ایک قرار داد کے ذریعہ سوشلسٹ نظام کو دفن کردیا گیا اس دن سے یہ پرانا نقشہ لپیٹ دیا گیا ۔ کیونکہ برلن کی دیوار گر چکی تھی ۔ روس اور چین میں مفاہمت کا آغاز ہوچکا تھا۔ دونوں کوریا اب دنیا کے لئے خطرہ نہ رہ گئے تھے ۔ اس لئے اب ایک نیا نقشہ بنایا گیا اور اب جو نیا نقشہ ترتیب دیا گیا ہے تو اس میں بلیک ہولز کے تصور کو اجاگر کیا گیا ہے ۔

تو آیئے اب دیکھتے ہیں کہ اس نئے نقشہ میں کون کون سے علاقے اور ممالک بلیک ہولز دکھائے گئے ہیں اور کیوں؟ ایک بار پھر" سیاسی بلیک ہولز" کی اصطلاح کو سمجھ لیتے ہیں ۔ اس سے مراد وہ ممالک ہیں یا وہ علاقے ہیں جو کسی ایک ملک کا حصہ ہوں یا کئی ممالک پر مشتمل ہوں جو روس کے ایک عالمی قوت نہ رہ جانے کی وجہ سے اور اس کے سپر پاور حیثیت کے یوں آنا فانا ختم ہوجانے کی وجہ سے ایک سیاسی خلا میں نئی صورت حال سے دوچار ہیں اور جن کی اندرونی کیفیت ایسے انتشار اور خلفشار کی نشاندہی کرتی ہے کہ وہ علاقے (یا ممالک) نہ صرف اپنے لئے بلکہ ارد گرد کے دوسرے علاقوں اور بالخصوص امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کے نظم کو درہم برہم اور پریشان کرنے کا باعث بن سکتے ہیں ۔ یہ وہ آبادیاں ہیں جو "روشنی" سے دور جا رہی ہیں اور جہاں آئندہ عام قوانین موثر نہ ہوسکیں گے۔

بلیک ہولز کے اس نقشہ میں سب سے پہلا ملک افغانستان ہے ۔ ظاہر ہے کہ یہ علاقہ جو امریکہ اور روس کے تصادم کا آخری میدان تھا انہی کی پھیلائی ہوئی تباہی اور پیدا کردہ خرابیوں کی وجہ سے ایک منی بلیک ہول بن چکا ہے ۔ دونوں بڑی طاقتوں نے یہاں اپنی اپنی مرضی کا کھیل کھیلا ہے اور گیارہ سال کی طویل جنگ میں دیگر علاقائی قوتوں نے (ایران، سعودی عرب اور پاکستان) نے بھی اپنے اپنے اختیارات کی حد تک حصہ لیا ہے ۔ آج کا افغانستان ایک نگران حکومت کے تحت امن تلاش کررہا ہے لیکن جنیوا معاہدے کے بعد جس طرح دونوں بڑی طاقتوں نے اپنی ذمہ داریاں سر سے اٹھا کر پھینک ڈالیں ہیں اس کے بعد یہ علاقہ پختون ، تاجک ، شیعہ ، سنی ، ایران ، لابی ، پاکستان لابی وغیرہ میں منقسم ہوگیا ہے اور مخالف دھڑوں میں بٹا ہوا ہے اور اس پر مشکل یہ ہے کہ خائف جماعتوں کو مسلح چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ جنگل کے قانون کے مطابق اپنی راہ تلاش کریں ۔ گویا کہ یہ علاقہ تو خود ان کا بنایا ہوا بلیک ہول ہے ۔اس لئے نقشہ پر بھی پوری طرح واضح کیا گیا ہے

اس نقشہ پر دوسرا ملک عراق ہے ۔ ڈی آئی اے کے مطابق عراق کی جنگ کو نتیجہ خیز مقام تک نہ پہنچانے کی وجہ سے عراق ایک "خوفناک بلیک ہول" میں تبدیل ہوسکتا ہے ۔ قارئین کو یہ تو یقیناً معلوم ہوگا کہ جس وقت عراقی فوجیں کویت سے پسپا ہو رہی تھیں اس وقت "اتحادیوں" کے درمیان دو آراء تھیں ۔ ایک رائے یہ تھی کہ عراق کی عسکری قوت کو مکمل طور پر کچل دیا جائے تاکہ اس میں آئندہ کئی سالوں تک کے لئے اٹھنے کی سکت نہ رہے ۔ لیکن اس رائے کے خلاف یہ دلیل دی گئی تھی کہ پھر ایران اس علاقے میں ایک اہم طاقت بن جائے گا اور امریکہ کے حلیف عرب ممالک کے لئے پریشانی کا باعث بنے گا۔ اس دلیل کی وجہ سے دوسری رائے پر عمل کیا گیا کہ عراق کو صرف "زخمی" کر کے چھوڑ دیا جائے اور بالا خر ایسا ہی کیا گیا۔

دکھائی دیتا ہے کہ ڈی آئی اے کے مطابق عراق کو جس حال میں چھوڑا گیا ہے وہ اپنے اندر بڑی تباہیوں کی گنجائش لئے ہوئے ہے ۔ جس سے عراق میں کوئی معقول حکومت نہ بن سکے گی اور عراق کی آبادی اور وہاں کے نظام کو توازن نصیب نہ ہوگا بلکہ " ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے کہ عراق صرف ایک جغرافیائی حقیقت رہ جائے"

اگرچہ ایران کی سرحد عراق کے ساتھ ہی ہے لیکن ایران کو "بلیک ہول" قرار نہیں دیا گیا ۔ البتہ اس نقشہ کے مطابق یہ خالی از امکان نہیں کہ یہ علاقہ افغانستان اور عراق کی وجہ سے خود بھی "بلیک ہول" کی صورت اختیار کر لے گا ۔ گویا کہ ایران کو خلا کا وہ حصہ قرار دیا جا رہا ہے جو مزید منظم ہونے کی بجائے بحران کا شکار ہوجائے گا۔ شاید ڈی آئی اے کا اندازہ یہ ہے کہ ایران کی موجودہ حکومت اب انقلابی نہیں رہ گئی اور اب اس کو اپنی بنیادوں کو وسیع تر کرنے کے لئے جس راہ کو اختیار کرنا ہوگا وہ اسے پھر مشکلات میں ڈال سکتی ہے ۔ ڈی آئی اے کے الفاظ میں "ایران کے بادی النظر" کنٹرول کے نیچے ایک نمایاں تبدیلی

آرہی ہے جو کوئی بھی شکل اختیار کر سکتی ہے۔"
ڈی آئی اے ایران میں "زلزلوں" کی امید رکھے ہوئے ہے۔

ترکی کو یوں تو ایک محفوظ مملکت دکھایا گیا ہے لیکن ہر وہ علاقے جہاں "کردوں" کی آبادی ہے چاہے وہ ترکی میں ہو یا عراق یا ایران میں یا تاجکستان یا ترکمانستان میں وہاں نسلی اختلافات کا خوفناک جھگڑ چلنے والا ہے۔ اس لئے نقشہ میں ترکی کے وہ علاقے جہاں ایک کروڑ پچاس لاکھ کرد بس رہے ہیں بلیک ہول میں تبدیل ہوتے دکھائے گئے ہیں۔

بالٹک کی تینوں ریاستوں کو محفوظ بتایا گیا ہے البتہ آرمینیا کی ریاست پر خطرے کے نشان ظاہر کئے گئے ہیں اور اس خدشہ کا اظہار کیا گیا ہے کہ بات بگڑنے پر ایران اور ترکی کی مداخلت ناگزیر ہوجائے گی جو تصادم کی صورت اختیار کر سکتی ہے۔

نقشہ میں پاکستان کو "ممکنہ بلیک ہول" ظاہر کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ

(۱) پاکستان سے ۳۰ لاکھ افغان مہاجرین کی ابھی مستقبل قریب میں واپسی ناممکن ہے (وزارت خارجہ توجہ کرے)

(۲) پاکستان میں ناجائز اسلحہ اور ہتھیاروں کی بھرمار ہے اور یہ ملک کے دور دراز علاقوں تک پہنچ چکا ہے (وزارت داخلہ اس پر غور کرے)

(۳) پاکستان میں ہزاروں کی تعداد میں تربیت یافتہ والنٹیرز موجود ہیں جن میں غیر پاکستانی تربیت یافتگان کی کثیر تعداد ہے (وزارت داخلہ اور آئی ایس آئی کے رد عمل کی ضرورت ہے)

(۴) پاکستان کے پڑوس میں کشمیر کا ٹائم بم کسی وقت بھی پھٹ کر اس تمام علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے سکتا ہے اور اس طرح یہ کسی حد تک محفوظ مملکت بلیک ہول میں تبدیل ہوسکتی۔ غرضیکہ جارج بش کے نیو ورلڈ آرڈر میں جہاں جمہوریت ' انسانی حقوق ' نجی سرمایہ کاری ' فری مارکیٹ ' یورپ کی مشترکہ منڈی ' اسرائیل ' عرب ممالک کا تیل ' جاپان ' سنگاپور ' تائیوان ' اور دیگر آزاد جمہوریتوں والے ترقی یافتہ ممالک کی کہکشاں ہے وہاں ڈی آئی اے کے نقشہ کے مطابق مندرجہ بالا ممالک اور علاقوں میں موجود یا تشکیل پانے والے بلیک ہولز موجود ہیں۔

روس کے ارد گرد کی مملکتوں کے اندرونی مسائل کا ذکر کرتے ہوئے ایک علیحدہ مضمون میں ایک مغربی دانشور نے لکھا ہے کہ امریکہ اپنی تمام تر توجہ اور صلاحیت و مالی امداد ان ممالک کے اندرونی مسائل کو حل کرنے پر صرف بھی کردے تو یہاں کے حالات درست نہ ہوں گے کیونکہ "ان علاقوں میں عام اقتصادی اصول اور معاشی و سیاسی قوانین معطل ہوسکے ہیں۔"

یہ وہ مقام ہے کہ اس موضوع پر مزید لکھتے ہوئے دل کڑھتا ہے اور کون سا قاری ہوگا جو یہ دکھ اور درد محسوس نہ کرے گا۔ اغیار ہمیں ایک خلا یا بلیک ہول سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ان کے دانشور ہماری بیماری کو لا علاج قرار دے کر مشورہ دے رہے ہیں کہ ان پر وقت صرف نہ کرو اور ہمارے قائدین روس کی شکست کو اپنے کھاتہ میں ڈال کر روس سے آزاد ہونے والی مسلمان ریاستوں کو روس پر اپنی فتح کا مال غنیمت سمجھ رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کمیونزم کی موت ۴۵ سال کی سرد جنگ کا نتیجہ ہے جو دراصل امریکہ کی کامیابی ہے جس میں امریکہ نے ہمیں استعمال کیا۔ ہم نے اور بیشتر مسلم ممالک نے امریکہ کا ساتھ دیا۔ امریکہ کو کمیونزم کی شکست چاہیے تھی۔ مسلمانوں کی کامرانی اس کے پروگرام کا نہ حصہ تھا اور نہ ہے۔ آج امریکہ کو کمیونزم کے بغیر بچا ہوا روس مسلم ممالک سے زیادہ عزیز اور قابل توجہ ہے۔ اس لئے ہمیں قرآن کے فلسفہ تاریخ پر توجہ کرنی ہوگی جہاں وضاحت سے یہ بات بیان کردی گئی ہے کہ خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی' نہ ہو جس کو خیال اپنی حالت کے بدلنے کا۔ گویا اگر ہم خود اپنی حالت بدلنے کے لئے تیار ہوجائیں تو ہماری وہ بے ترتیب قوتیں جن کو اغیار بلیک ہول کی صورت میں دیکھتے ہیں مربوط ہو کر ایک نئے نظم کا پیش خیمہ بن سکتی ہیں۔

میری اپنے ان قائدین سے جو آج تاریخ کے اتفاقات کی وجہ سے ان مناصب پر پہنچ گئے ہیں کہ ان کے بیانات صبح و شام ٹیلی ویژن ' ریڈیو اور اخبارات میں چھپتے ہیں یہ درخواست ہے کہ وہ قوم کو تاریخ کے معاملہ میں غلط اطلاع نہ دیں۔ آیئے یہ تسلیم کریں کہ امریکہ نے ہمیں کمیونزم اور روس کے خلاف استعمال کیا اور اب اس نے ہمیں ہماری حالت پر چھوڑ دیا ہے اور ہماری حالت ایسی ہے کہ اگر ہم نہ سنبھلیں تو بلیک ہول میں تبدیل ہوجائیں گے۔

آج ضرورت ہے کہ ہم "پلاننگ" میں بھی خود انحصاری کریں اور اپنے فیصلے کرنے کے لئے "ادھر ادھر" دیکھنا بند کردیں۔ حزب اقتدار اور حزب اختلاف میں گفت و شنید کے لئے واشنگٹن کے اشیرباد کا انتظار کیوں کیا جارہا ہے۔ ملک میں لوٹ کھسوٹ کا جو بازار گرم ہے اس کو اپنی اجتماعی قوت سے خود ختم کرنے کی کوشش کیوں نہ کریں۔ بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے منصوبہ بندی کیوں نہ کی جائے۔ خواندگی بڑھانے کے لئے فرشتوں کا انتظار کیوں کریں؟

اگر ہم آپس میں اسی طرح دست و گریبان رہے اور اگر ہم نے اپنی پالیسیوں کو اس وقت بنانا شروع کیا جب وقت گزر چکا ہو (جیسے ہم نے افغانستان میں کیا ہے) تو یقیناً مستقبل تاریک ہے۔

میں صرف وارننگ ہی دے سکتا ہوں۔ وہ بھی اس لئے کہ ابھی ایسی باتیں اخبارات میں چھپ سکتی ہیں۔ اس لئے وہ جو اقتدار میں ہیں ان کو جو حزب اختلاف میں بیٹھے قوم کے احتسابی عمل کی ذمہ داری کا دعویٰ کرتے ہیں ان کو وہ جو عام سیدھے سادھے پاکستانی یہ کہہ کر اپنی ذمہ داری ٹال دیتے ہیں کہ یہ تو سیاستدانوں کا کام ہے یہ عرض کرتا ہوں کہ پانی کی سطح اونچی ہو رہی ہے۔ یہ وقت ہے کہ ہم سر جوڑ کر بیٹھیں اور اپنے مسائل کا حل تلاش کریں اور کوشش کریں کہ ہم بلیک ہول میں تبدیل ہونے کی بجائے ایک متوازن اور روشن ستارہ بن جائیں کیونکہ فلکیات ہی کا یہ اصول بھی مسلمہ ہے کہ کائنات کے مختلف گوشوں میں بکھرے ہوئے مادے کئی بار آپس میں اکٹھے ہو کر ایک نیا روشن ستارہ بھی بن جاتا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد
کی تالیف
استحکام پاکستان
قیمت: مجلد -/۴۰ روپے، غیر مجلد -/۲۵ روپے
[illegible]
مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ۳۶- کے ماڈل ٹاؤن
فون: ۸۵۶۰۰۳

عوامی حاکمیت کا درخت تو فساد کی جڑ ہے

شجر خلافت کی بات کیجئے

رحیم کاشفی

پاکستان پیپلز پارٹی کا ایک سادہ لیکن جاذب نظر بڑے سائز کا پوسٹر پیش نظر ہے جس میں درج مختلف نعروں میں سے ایک "یہ عوام کی حاکمیت کا درخت ہے" کے الفاظ پر مشتمل ہے۔ یوں تو پورا پوسٹر ہی محل نظر ہے اور واقعاتی لحاظ سے بھی اس میں حقیقت کا رنگ نہیں' اسے محض خواہشات کا عکس قرار دیا جا سکتا ہے۔ مثلاً "نہیں نہیں یہ درخت نہیں کٹے گا" اور "اس کی جڑیں پاک سرزمین کی گہرائیوں میں ہیں" وغیرہ۔

بلاشبہ پیپلز پارٹی ملک کی بڑی سیاسی پارٹیوں میں سے ایک ہے جس نے انتہائی نا مساعد حالات میں بھی اپنا وجود برقرار رکھا۔ وہ بڑی پارٹی ہونے کے ناطے عوامی رائے پر بھی اثر انداز ہوتی ہے اور یک گونہ سیاسی تربیت کا اہتمام بھی کرتی ہے خواہ اس کے انداز سے ہمیں کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو۔ انتخابی معرکہ آرائی میں بھی "اسلام ہمارا دین ہے" کا موٹو اسی کے پلیٹ فارم سے پیش کیا جاتا ہے۔

اللہ کے نزدیک دین یعنی نظام اطاعت تو واقعی صرف اسلام ہے جو زندگی کے ہر گوشے کے لئے رہنمائی دیتا ہے۔ حق و صداقت پر مبنی اس کی تعلیمات رب کائنات کی طرف سے انسانوں کے لئے ہر دور میں نور ہدایت ہے' جو قرآن کی صورت میں محفوظ ہے۔ انسان کا مقصد تخلیق کیا ہے؟۔ اس زمین پر اس کی کیا حیثیت ہے؟۔ ان سوالوں کا جواب کھول کر بیان کرتا ہے۔ انسان جو خطا و نسیان کا مرکب ہے' خود کو آزاد پا کر سرکشی و طغیانی پر اتر آتا ہے تو یہ وحی الٰہی ہے جو اسے اس کا مقام بتاتی ہے اور مقصد حیات سے آگاہ کرتی ہے۔

ہمارا دین اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ کل کائنات کا خالق و مالک اللہ ہے' وہی حاکم ہے اور ہر شئے طوعاً و کرھاً اسی کی طاعت کر رہی ہے۔ اس نے زمین پر انسان کو اپنا خلیفہ بنایا ہے "سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے' حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آزری"۔ آدمی نہ حاکم ہے نہ مالک' اسے صرف خلافت اور امانت عطا کی گئی ہے۔ اگر وہ از خود حکمرانی کا دعویدار ہو تو اس کا یہ عمل بغاوت کہلائے گا۔

بے روح' بے خدا اور فکر آخرت سے آزاد مغربی فکر نے انسانوں کی حکمرانی کا فلسفہ گھڑا اور دور غلامی میں مرعوب مسلم ذہنوں میں اتا دیا۔ سیاسی آزادی کے باوجود اسی فکر و فلسفہ نے مسلمانوں کو ابھی تک جکڑا ہوا ہے۔ ٹیکنالوجی اور صنعتی میدان میں پسماندگی ذہنوں کے دریچے کھلنے ہی نہیں دیتی۔ تاہم سائنس اور ٹیکنالوجی کی مادی ترقی کے لئے مغرب سے امداد لینے کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ اپنا مقصد حیات بھی ان ہی کے مانند بنا لیا جائے۔ اسلام کو اپنا دین سمجھنے والوں کو اپنے سیاسی' سماجی و معاشی معاملات کے لئے بھی اسی وحی آسمانی کی طرف رجوع کرنا چاہیے جس طرح وہ عقائد' عبادات اور دیگر رسومات کے لئے اس کی طرف دیکھتے ہیں۔

مسلم معاشرے میں حاکمیت کا اختیار بندوں کو نہیں۔ حاکمیت صرف اللہ کی ہے' یہاں خلافت ہے۔ اپنی ذات میں ہر شخص خلیفہ ہے جو جتماعی سطح پر کسی ایک شخص کے حق میں اس حق خلافت سے دستبرداری کے نتیجے میں خلافت عامہ کی تشکیل کا باعث بنتا ہے۔ خلافت اپنے حاکم حقیقی کی مرضی پوری کرنے کا نام ہے۔ یہ عوام کی حاکمیت کا درخت نہیں ہے بلکہ خلافت کا شجر سایہ دار ہے۔ کیا پیپلزپارٹی کے زعما اس نکتہ پر غور فرمائیں گے!۔

بقیہ تجزیہ

ایک تجویز سندھ میں نئے انتخابات کی بھی ہے لیکن پرانے انتخابات کے نتائج اور فیصلہ کا کون سا احترام کیا گیا! سندھ میں عوام کے انتخابی فیصلے کی مٹی پلید کی گئی اور موجودہ فضا میں انتخابات کے لئے بھی پہلے پیپلزپارٹی سے سمجھوتہ اور مفاہمت ضروری ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان تو ہاٹ لائن موجود ہے اور ضرورت پر یہ استعمال بھی ہوتی ہے لیکن ہمارے ارباب اقتدار اور پیپلزپارٹی میں کوئی ہاٹ لائن نہیں اور اسے قائم کرنے کی کوشش ہوتی ہے تو اصل اقتدار جن لوگوں کے ہاتھو میں ہے' انہیں یہ پسند نہیں آتا کیونکہ وہ ہر قیمت پر پیپلزپارٹی کا قلع قمع چاہتے ہیں۔

سندھ کا پھوڑا یقیناً خطرناک شکل اختیار کرچکا ہے جس کا آپریشن ضروری ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ مسئلہ محض سیاسی یا اقتصادی ہے' وہ حقیقت کو نظرانداز کررہے ہیں۔ جرائم پیشہ مافیاؤں اور غیر ملکی تخریب کاروں کا وجود سخت اور بڑی کارروائی کے بغیر ختم نہیں ہوسکے گا لیکن اس کے لئے پہلے سیاسی مفاہمت چاہیے اور مفاہمت کے بغیر جو آپریشن ہوگا وہ سندھ کو ہی نہیں' خود پاکستان کو بھی نئے خطرناک حالات کے جال میں پھنسا دے گا۔

اس میں شک نہیں کہ مختلف سیاسی جماعتوں نے تشدد کی سیاست کی آبیاری کی ہے' حالات نے بھی نوجوانوں کو تشدد اور جرائم کی طرف دھکیلا اور خود حکومت کی انٹلی جنس ایجنسیوں نے بھی ہر طرح کی دہشت گردی اپنے مخصوص مقاصد کے لئے کرائی ہے۔ پھر یہ کہ دہشت گرد خواہ جئے سندھ کے ہوں' ایم کیو ایم کے ہوں' سرکاری ایجنسیوں کے ہوں یا دوسری جماعتوں کے ہوں' سب کو ختم ہونا چاہیے۔ امن و قانون کی حکمرانی سب سے پہلی اور سب سے ضروری چیز ہے۔ بدامنی اور لاقانونیت میں نہ کسی کا فائدہ ہے نہ کوئی نظام قائم ہوسکتا ہے اور امن و قانون کی یہ حکمرانی سندھ میں صرف فوج قائم نہیں کرسکتی۔ اس کے لئے کم از کم سندھ کی سطح پر سیاسی تبدیلی بنیادی شرط ہے تاکہ سب رہنما مل جل کر سندھ کو جلنے سے بچا سکیں کیونکہ سندھ جلتا رہا تو پاکستان کا امن بھی محفوظ نہیں رہے گا۔ ○○

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل' وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

بازیچۂ تعلیم و دلستاں سے گزر جا — اور دل کے سوا ہر سرو ساماں سے گزر جا

طوفاں کی طرف دیکھ نہ ساحل کی طرف دیکھ — ہے تیرا سفر سلسلہ ء لامتناہی
لیلٰی پر نظر ڈال نہ محمل کی طرف دیکھ — ہے تیری نگہباں تری خود دار نگاہی
ہشیار سے رکھ کام نہ غافل کی طرف دیکھ — دے اپنی خودی پر بھی کسی روز گواہی
سب کچھ ہے ترے پاس ذرا دل کی طرف دیکھ — تو اپنی جگہ آپ ہے تقدیر الٰہی

صوفی کے بتائے ہوئے ایماں سے گزر جا

خطوط آپ کے

یادش بخیر' ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کو دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشہ نہ ہوا۔ کراچی کی طرح یہاں بھی انہوں نے اصل موضوع سے بے اعتنائی برتی اور غیر ضروری باتوں پر تقریر فرمائی۔ ان کے بارے میں میرا جو تاثر قائم ہوا وہ یہ ہے۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خوں نہ نکلا

آپ نے ان کے ایک شوشہ چھوڑنے کا ذکر کیا ہے یعنی "نماز میں عورت کی امامت اور عورت کی حکمرانی کا جواز" تو جناب' اس سے پہلے اس سے بڑا ایک اور شوشہ وہ چھوڑ چکے ہیں اور وہ یہ کہ مرد کی طرح عورت بھی طلاق دے سکتی ہے۔ ناطقہ سربگریباں ہے کہ اس شوشے کو کیا کہیے سوائے اس کے کہ اس پر انا اللہ پڑھ لیا جائے۔

ڈاکٹر محمد عثمان
ایم بی بی ایس۔ ڈی او ایم ایس (سابق آئی سرجن)
شارع ایوان تجارت۔ لاہور

بہت دنوں بعد خط تحریر کر رہا ہوں۔ خیال آیا کہ پاکستان کی ایک دینی جماعت رسوا ہو رہی ہے تو دل سے ہوک اٹھی کہ کس طرح اس کی قیادت تک رسائی حاصل کروں۔ کیا "ندائے خلافت" کا سہارا لے کر یہ کام نہیں کر سکتا؟۔ منسلکہ خط میری طرف سے اپنے پرچے میں چھاپ کر جناب قاضی حسین احمد تک پہنچا دیں۔ مہربانی ہوگی۔ شاید وہ مجھ ناچیز مسلمان کا مشورہ قبول کر لیں۔ اس کی مجھے امید تو نہیں پھر بھی انسان کسی لمحے چونک سکتا ہے۔ دینی جماعتوں کو رسوا ہوتے دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے۔ کاش جماعت اسلامی کی قیادت ایک دکھی دل کی صدا پر کان دھر سکے! عبدالجبار عباسی
ابو ظبی۔ یو اے ای

☆

اپنے محترم قاری سے معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ ہم نے قاضی صاحب کے نام ان کا مکتوب مفتوح شائع کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ چاہیں تو اپنے جذبات انہیں براہ راست ایک ذاتی خط کے ذریعے بھی پہنچا سکتے ہیں۔ ہم نے حق خیر خواہی ادا کرنے میں اب تک کوتاہی نہیں کی لیکن اس طرف سے شاید انہوں نے دل کے دروازے بند کر لئے ہیں۔۔۔ مدیر

ایک مرد خدا مست کی لذیذ حکائت جس نے برصغیر میں اسلامی انقلاب کی دو شمعیں فروزاں کیں

مولانا ابوالکلام آزاد' سید ابوالاعلیٰ مودودی اور مستری صاحب

مستری محمد صدیقؒ کی واحد نشانی' رحمان صدیقی نے جسے مرتب کیا

قیمت ۶۵ روپے

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن

۳۶' کے۔ ماڈل ٹاؤن لاہور

WEEKLY "NIDA-E-KHILAFAT"

نظامِ خلافت کے خدوخال

(۱) اللہ تعالیٰ کی حاکمیت مطلقہ کا جو اقرار "قرار دادِ مقاصد" میں موجود ہے اس کے عملی نفاذ کے لئے قرآن اور سنّت رسولؐ کی غیر مشروط اور بلا استثناء بالادستی جو نظام اور قانون دونوں پر اس مشروط اور غیر مبہم صراحت کے ساتھ حاوی ہو کہ قانون اسلامی کی تدوین نو اور اجتہاد کا عمل تو پارلیمنٹ یا مجلسِ ملّی کے ذریعے ہوگا تاہم ملک کی اعلیٰ عدالتوں کو اختیار ہوگا کہ جس قانون کو کلی یا جزوی طور پر قرآن اور سنت کی حدود سے متجاوز سمجھیں اسے کالعدم قرار دے سکیں۔

(۲) مخلوط قومیت کی نفی----- جس کے نتیجے میں خلیفہ کے انتخاب اور قانون سازی کے عمل میں صرف مسلمان شریک ہوں گے اور اس کے لئے ووٹ کا حق ہر بالغ مسلمان مرد اور عورت کو حاصل ہوگا لیکن انتخاب میں حصہ صرف ایسے مسلمان مرد لے سکیں گے جن کا کردار مشتبہ نہ ہو۔ جبکہ غیر مسلموں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی پوری ذمہ داری قبول کی جائے گی اور انہیں عقیدے و عبادت کے ساتھ ساتھ پرسنل لاء میں مکمل آزادی کی ضمانت دی جائے گی۔

(۳) خلیفہ کا انتخاب بلاواسطہ پورے ملک کے مسلمان کریں گے اور اسے پارلیمنٹ یا مجلسِ ملّی کی اکثریت کا محتاج نہیں بنایا جائے گا بلکہ موجودہ دنیا کے معروف صدارتی نظام کے مانند ایک متعین مدّت کے لئے وسیع انتظامی اختیارات دیئے جائیں گے۔

(۴) صوبائی عصبیت کی لعنت کے خاتمے اور عوام کی انتظامی سہولت کے لئے صوبے چھوٹے چھوٹے بنائے جائیں گے اور انہیں زیادہ سے زیادہ حقوق و اختیارات دیئے جائیں گے۔ یہ بھی طے کیا جاسکتا ہے کہ دوسرے جغرافیائی' لسانی اور ثقافتی عوامل کو پیش نظر رکھتے ہوئے صوبے اس طرح تشکیل دیئے جائیں کہ کسی بھی صوبے کی آبادی ایک کروڑ سے زائد نہ ہو!

(۵) سود اور جوئے کے کامل انسداد کے ذریعے معیشت کی تطہیر ہو اور اس کی بجائے شراکت اور مضاربت کے اصولوں پر نئے تجارتی اور صنعتی ڈھانچے کی تشکیل کی جائے۔

(۶) حضرت عمرؓ کے اجتہاد کی بنیاد پر ایک بالکل نیا بندوبست اراضی کہ جو علاقے مسلمانوں نے کسی بھی وقت بزورِ شمشیر فتح کئے' ان کی اراضی "عشری" یعنی انفرادی ملکیت نہیں' بلکہ "خراجی" یعنی اجتماعی ملکیت ہے جس کے کاشتکار خواہ مسلمان ہوں خواہ غیر مسلم' اسلامی حکومت کو براہِ راست خراج ادا کریں گے۔ اس سے جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری کا بھی مکمل خاتمہ ہو جائے گا اور اتنا ریونیو حاصل ہوگا کہ بہت سے ٹیکسوں سے نجات حاصل ہو جائے۔

(۷) زکوٰة کی کامل تنفیذ یعنی کُل اموال تجارت کی مجموعی مالیت کے ڈھائی فیصد کی وصولی ہو جس سے کفالت عامہ (Social Security) کا پورا نظام اور ہر شہری کے لئے روٹی' کپڑا اور مکان ایسی بنیادی ضروریات' اور تعلیم اور علاج کی یکساں سہولتوں کی فراہمی کی ضمانت دی جاسکے۔

(۸) مکمل قانونی مساوات جس میں خلیفۃ المسلمین اور پارلیمنٹ یا مجلس ملّی کے ارکان سمیت کسی کو بھی نہ قانونی تحفظات حاصل ہوں گے نہ ترجیحی حقوق (Priviliges)' اگرچہ مفاسد کے سدّباب کے لئے غلط اور جھوٹے الزامات لگانے والوں کے لئے حدِ قذف پر قیاس کرتے ہوئے سخت تعزیری قوانین بنائے جاسکیں گے۔

(۹) شراب اور دوسری نشہ آور چیزوں کے مکمل استیصال کے لئے سخت تعزیراتی قوانین کا نفاذ ہوگا۔

(۱۰) مخلوط معاشرت کا سدّباب ہوگا چنانچہ اصولی طور پر مردوں اور عورتوں کے جداگانہ دائرہ ہائے کار کی تعیین کرکے عملی اعتبار سے تعلیم و تربیت اور علاج معالجے کے لئے کُلیتہ جداگانہ ادارے' اور ضرورت داعی ہونے پر گھریلو صنعتوں کی ترویج کی جائے گی حتیٰ کہ ایسے صنعتی اداروں کا قیام بھی ہوسکتا ہے جس میں خواتین ہی کام کریں اور خواتین کی ہی نگرانی ہو اور ان کے اوقات کار بھی مردوں کے مقابلے میں کم ہوں۔ مزید براں عصمت و عفت کی حفاظت اور قلب و نظر کی پاکیزگی کے لئے ستر اور حجاب کے شرعی احکام کی سختی سے تنفیذ کی جائے گی۔